١٣٠٥ع
١٩٤٣
الحق اليقين
فى جواب
الكلام المبين

۱۳۰۵ء

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ
اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

ولا تا بزرگی نیاری بدست ٭ بجای بزرگان نباید نشست

الحمد للہ والمنہ کہ رسالہ

اَلْحَقُّ الْیَقِیْن

فی جواب

اَلْکَلَامِ الْمُبِیْن

جسمین مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر اور ترک اسلام اور آیات
متشابہات اور الکلام المبین کی ۱۰۲ غلطیین نمبروار لکھی گئی ہین
اور ثابت کیا گیا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب تاوقتیکہ غلطیون
سے رجوع نکرے اہل سنت سے نہین ہے ٭ مصنفہ حکیم ابو تراب
محمد عبد الحق ساکن امرتسر بازار صابونیان در ماہ شعبان ۱۳۲۲ھ

مطبع ضیاء الاسلام امرتسر
مین چھپا

قیمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد سید المرسلین وقاطع دابر الملحدین وآلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ المتقین الظاہرین ومن تبعہم الی یوم الدین صلوٰۃ دائمۃ بدوام السموات والارضین اما بعد پس کہتا ہے اللہ کے سب بندون سے ناچیز بندہ ابو تراب **محمد عبد الحق** المعروف طبیب ابن مولانا وبالفضل اولینا جامع کمالات ظاہری وباطنی مولوی **عبد العزیز** صاحب دینانگری ثم امرتسری کہ تبدل زمانہ سے زمانیات کا تغیر ایسا بدیہی امر ہے کہ اسمین کسی اہل علم کو انکار نہین گویا سبکا اسپر اتفاق ہے۔ زمانہ حال مین جسقدر مذہبی معاملات مین آزادی ہے۔ تو اریخ شاہد ہے کہ اسقدر پچھلے زمانہ مین نہ تہی یہہ اوسی امر کا نتیجہ ہے جسکا اوپر ذکر ہو چکا اب تو کیفیت یہہ ہے کہ ہر کس بخیال خویش خبطے وارد جس شخص کی عقل کسی چیز کو پسند کرتی ہے خواہ فی نفسہ اچھی ہو یا بری اوسکو قبول کر لیتا ہے نفس کی تابعداری مین ایسا سرگرم رہتا ہے کہ اگر کوئی مرد خدا اوس سے منع کرے تو رکتا نہین بلکہ دشمن جانتا ہے اس سے بڑہکر یہہ کہ خیال باطل کو چہپوا دینے سے بہی دریغ نہین کرتا علت ظاہری اسکی یہی نظر آتی ہے کہ مسلمانون کا پراگندہ شیرازہ مجتمع نہین یعنی حاکم وقت غیر مذہب ہے نیک وبد سے انہین کچہہ خیال نہین وہ یہہ چاہتے ہین کہ کوئی متنفس ملکی وانتظامی معاملات مین خلل انداز نہ ہو باقی جو چاہے سو کرے تبہی تو لوگ آزاد منش اور نفس پسند ہو گئے ہین نہ دین کا خیال ہے اور نہ اللہ سے ڈر اللہ اکبر۔ کہان وہ زمانہ مبارک حضرات خلفاء راشدین کا اور کہان یہہ اونکے عہد مین جیسے ہزارون برکتین نازل ہوتی تہین اور

مسلمان اوسکی مستفید ہوتے تہے ویسی ہی بڑی خوبی کی بات یہ بہی تہی کہ کوئی شخص نہ بہکتا
اور نہ ادہر اودہر ہوتا تہا اگر کوئی نئی بات دین اسلام مین نکالتا جسکو اصطلاح شرعی مین بدعت
کہتے ہین تو فوراً پوچہا جاتا کہ دلیل شرعی تمہاری پاس کیا ہے قرآن و حدیث سے کہتے ہو یا اپنی
رائے سے۔ یہہ ایسی طریق مستقیم اور راہ سنت پر چلتا تو چہوڑا جاتا ورنہ مزاج پرسی اچہی طرح سے کی جاتی
چنانچہ آپکو یاد ہوگا کہ امیر المومنین فاروق اعظم خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زمانہ خلافت مین
صنیع نامی ایک شخص اسلام مین نئی نئی باتین کرتا تہا آیات صفات وغیرہ مین شکوک و شبہات
بیان کرکے لوگونکو تحیر مین ڈالتا۔ عوام الناس ایسی اعتراضات باطلہ کو کیا جانین۔ سنکر شش و پنج
مین رہجاتی۔ اور اونکی دلون مین بہ نسبت مسائل حقہ دینیہ اسلام خلجان واقع ہوتا۔ حضرت عمر رض
کو اس امر کی خبر ہوئی۔ اپنی عامل اور حاکم صوبہ کی نام پروانہ لکہا شاید وہ حاکم مصر تہا کہ اسکو جلدی
میری پاس مدینہ شریف مین روانہ کرو حاکم مصر نے عملاً علی قول الامیر فوراً اوسکو روانہ کیا جب آپکی
خدمت بابرکت مین حاضر ہوا آپنے فرمایا کیون جی تم وہی ہو جو ایسی ایسی باتین لوگون سے کہتے ہو
اوسنے عرض کیا کہ ہان یا امیر المومنین۔ سنتے ہی چہڑیون سے اسقدر مارنا شروع کیا کہ بیہوش ہوگیا
تہوڑی دیر کے بعد جب ہوش آیا تو پہر مارا۔ پہر بیہوش ہوگیا۔ جب تیسری مرتبہ پیٹنا شروع کیا تو بولا
بس یا امیر المومنین اب مت مارین۔ جو کچہہ میرے دماغ مین خیالات باطلہ سمائے ہوئے اور ذہن مین
منقش تہے آپکی ضرب شدید سے ہباءً منثوراً مثل غبار کی اڑگئی ذَهَبَ عَنِّي الَّذِي أَجِدُ فِي رَأْسِي
آیندہ ایسی خیالات پہیلانیکی کوشش نکرونگا اور نہ کسی سے کہونگا آپنے حکم دیا کہ اسیوقت مدینہ طیبہ سے چلا
جا۔ اوسی حاکم کے نام خط لکہا کہ اسکے پاس کسی کو مت بیٹہنے دینا۔ گو مینے مادہ فاسدہ کا تنقیہ کردیا
ہے تاہم دور اندیشی اور مقتضائے حکمت یہہ ہی ہے کہ اسکی مجالست اور ہمنشینی سے لوگون کو بچایا جائے۔
۵ مرد آخر بین مبارک بندہ ایست۔ یہہ تہی اون حضرات کی دور اندیشی اور اتباع سنت و انتظام ملکی
حضرت عمر رض کی حالات پڑہنے سے یہ بہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ مخاصمت اور نزاع بین المسلمین کو
بری نظر سے دیکہتے تہے۔ بالفرض اگر کسی مسئلہ مین صحابہ رض باہم مختلف ہوتی تو فریقین کی بات

گویا دلیل سنکر پہر ایسا فیصلہ دیتی کہ کسی کو چون وچرا کی گنجایش نرہتی رہا تہہ ہی یہہ بہی فرمائی کہ آیندہ
اگر کسی فریق سے اختلاف کا آوازہ میرے کانون مین پونچا لَاَضْرِبَنَّہٗ ضَرْبًا بِالشَلَایِلَا غسل جنابت
بحالت عدم انزال وغیرہ مسائل مین آپکے ارشادات موجود ہین چنانچہ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاءُ
مُصنفہ مولوی شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم محدث دہلوی مین مفصل موجود ہی۔ غرض احداث
فی الدین اور باہمی جنگ وجدال کو از حد قبیح جانتے۔ بخلاف موجودہ زمانہ کی کہ جسمین ہم لوگ دنیا
مین آئی ہین خدا کی پناہ ہی کہ اسوقت نہ اصاغرون کو اکابرون سے شرم ہے اور نہ بڑون کو خوردون
پر رحم ہر شخص اپنی ہی رائی کو اچہا جانتا ہے واعجاب کل ذی رای برایہ کا مصداق ہی شریعت
اسلام کو ایک کہیل بنا رکہا ہی۔ کلام اللہ کی آیتون کی ایسی غلط توجیہ وتاویل کرتا ہی کہ علماء سلف
وکملاء خلف ائمہ مجتہدین وصحابہ سے آجتک وہ مسموع نہین ہوئی بلکہ خود سرور عالم صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے بہی منقول نہین ہوئی۔ گویا دوسری لفظون مین اگر اسکو تحریف کہا جائی تو صحیح ہوگا
بہت نظیرون مین سی اسوقت مین ایک نظیر ناظرین رسالہ ہذا کی خدمت والا مین پیش کرتا ہون۔
امید ہی کہ غور سے پڑہکر محرر سطور ہذا کی لئی دعاء خیر سے یاد کرینگے۔ اگر بتقاضائی بشریت کہین سہو ونسیان
سے خلل معلوم ہو تو ذیل اغماض سی مزال اقدام اقلام پر اصلاح فرما کر مجہکو اطلاع بخشینگے فَاِنِّی بِالْخَطَایَا
مُعْتَرِفٌ وَبِالتَّقْصِیْرِ مُقِرٌّ ۔۔ ٥ قبا گر حریر است وگر پرنیا ÷ بناچار حشوش بود درمیان ۔ وہ نظیر مولوی
ثناء اللہ صاحب امرتسری ہین کہ جنہون نے ان دنون ایک عربی تفسیر مسمی بہ تفسیر القرآن بکلام
الرحمن شائع کی اکثر جگہ تفسیر بالرای سے کام لیا گیا ہے قبل اسکی کہ مین نمبر وار غلطیان بیان کرون
مناسب جانتا ہون کہ مصنف کا حال کچہہ مختصر طور پر ہدیہ ناظرین کرون۔ پیارے ناظرین تفسیر مذکور کا
مصنف مولوی ثناء اللہ صاحب ساکن امرتسر ہے انکا باپ صاحب علم نہ تہا ایک عامی
شخص تہا سن طفولیت مین انکا والد فوت ہوگیا کشمیری ہونیکی یا کسی اور وجہ سی رفوگری کا
کسب سیکہا۔ مدتون یہی کام کرتا رہا۔ اسی اثنا مین لکہنے پڑہنیکا شوق بہی پیدا ہوا حضرت
جناب مولانا وبالفضل اولنا استاذنا واستاذ ابینا واستاذ اخینا واستاذ ابنا جناب

مولوی احمد اللہ صاحب رئیس امرتسر کی خدمت والا منزلت مین حاضر ہوکر بصد عجز و انکسار عرض کی کہ جناب مجھکو بہی سلسلہ تلامذہ مین داخل ہونیکا فخر بخشیئن - چونکہ حضرت ممدوح کی مزاج شریف ہمیشہ اس امر کی مقتضی رہی ہے کہ مخلوق الٰہی کو حتی الامکان نفع پونچایا جائے بلحاظ خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ وَخَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ سلسلہ شاگردون مین باقاعدہ داخل کرکے پڑہانا شروع کیا - چونکہ ذہین و فہیم نہ تہا حضرت مولانا کو صرف و نحو کی تعلیم مین جانفشانی و عرق ریزی بہت کرنی پڑی - بمشکل شرح جامی اور قطبی تک پہونچایا - مولانا صاحب کا مطلق ارادہ نہ تہا کہ اب کسی اور کی پاس جاکر پڑہے - اس خیال سے کہ پڑہانا کہٹن کام ہے - اتنی محنت اور کون اٹہائیگا - لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک نہ مانی - امرتسر سے سیدہا وزیرآباد کو ہولیا - حافظ مولوی عبد المنان صاحب محدث وزیرآبادی تلمیذ حضرت مولانا و استاذنا جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب مرحوم محدث دہلوی کی خدمت مین تحصیل علم کے واسطے جا حاضر ہوا - قصہ کوتاہ کہ وہان بہی کچہہ پڑہا - پہر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور مین مجھکو خط لکہا کہ مین تحصیل کتب درسیہ کی لیے آنا چاہتا ہون - تمہارا کیا منشاء ہے - مین نے جواب لکہا کہ اسوقت مدرسہ مین تمہارا داخل ہونا باعث نقصان ہے کیونکہ سال قریب الاختتام ہی جن کتابون کا اسوقت سبق ہو رہا ہے نصف سے بہی زیادہ ہو چکی ہین - ادہوری کتابین پڑہکر کیا کرو گے - مین اوسوقت میبذی مختصر المعانی - تلویح توضیح - صحیح بخاری - وغیرہ پڑہتا تہا - میرے لکہنے پر عمل نکیا - فوراً سہارنپور پہونچا - کسی کتاب کا سر کسی کی ٹانگ کسی کا ربعہ کسی کا ثلث پڑہ پڑہاکر چلتا بنا - وہانسے دیوبند کی اسلامیہ مدرسہ مین ڈیرہ جا ڈالا - اتنی ہمت کی کہ ایک سال مین قریباً پندران سولان کتابون کا امتحان دیا - کیا کہئے - ماشاء اللہ چشم بد دور اس پر بہی اگر جلدی فارغ التحصیل نہوتے تو اور کیا ہوتا - طرفہ یہ کہ مدرسہ والون نے بہی نمبر خاصے دئے - شاید کچہہ انعام بہی دیا ہو - کیون نہو آخر مدرسہ اسلامیہ دیوبند ہے جسکی تعلیم تمام ہندوستان مین مشہور ہے - آپ لوگون کو شاید معلوم ہو گا کہ دیوبند کی مدرسہ

مین بجاے سال کے آٹھہ نو ماہ پڑہائی ہوتی ہے - باقی ایام امتحان وغیرہ مین صرف ہوتے ہین
ناظرین خود ہی سوچ لین کہ جو طالب علم معمولی فہم کا اتنے قلیل عرصہ مین ادق کتابون کا
امتحان دیکر سارٹیفکٹ حاصل کرے اوسکی لیاقت علمی کا کیا حال ہوگا - جبھی تو بدنام کنندہ
نکونامے چند کی مثل صادق آتی ہے - کہتے ہین کہ کانپور کی مدرسہ مین دستار فضیلت اونکے سر پر
باندہی گئی - واللہ اعلم اس مین بہی کیا کارروائی کی ہوگی تعجب کا مقام ہے کہ مدرسہ فیض عام
مین کہ جسکے مدرس اول مخدومی مکرمی اوستاذی جناب مولوی احمد حسن صاحب معقولی مرحوم
تہے - چہہ سات ماہ پڑہکر کیونکر سند حاصل کرلی باوجودیکہ سات آٹھہ برس سے کم سند
نہ ملتی تہی - کئی کئی برس طلبا وہان پڑے رہتے تہے - خیر ہمکو اس سے کیا بحث ایک چہوڑ تمام
دنیا کی سندات حاصل کرلین - جب استعداد نہین تو کیا سندون کو چاٹین گے - دوسری کے
بل پر کبہی بندوق نہین چل سکتی - وہان سے رخصت ہوکر امرتسر کے مدرسہ تائید الاسلام
مین قلیل تنخواہ پر ملازم ہوئے - مین بہی اپنی قلیل بضاعت علمی کو ساتہہ لیتا ہوا خداوند کریم وحلیم
کی غیبی تائید سے امرتسر مین پہونچا پڑہانا کیا تہا - صرف اساتذہ کی عین عنایت تہی - اوستاذ
اگر شفیق اور مہربان ہو تو تہوڑا پڑہا ہوا بہی کام آسکتا ہے ورنہ چار پاے برو کتابے چند فاذا
عزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین اللہ پر توکل کرتے ہوئے زبان ودل سے ہو
حسبی ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر کہکر امرتسر بازار صابونیان مین شفاخانہ جاری کیا
طالب علمون اور مریضون کے لیے ایک مختصر سا اعلان بہی دیدیا - خداوند کریم رب الارض
والسموات کا ہزاران ہزار فضل واحسان ہے کہ جسنے بلا کوشش ہماری کے مطب کو اسقدر
فروغ دیا کہ اب ہمپر حسد کیا جاتا ہے - بفضلہ تعالے اکثر بعیدہ وقریبہ سے علاج کے لئے لوگ آکر
شفا پاتے ہین - نزدیک ودور سے لوگ بولاتے بہی ہین - چنانچہ گڑہی حبیب اللہ خان ضلع
ہزارہ مین حسین خان صاحب جاگیردار کے واسطے دو دفعہ مجہے بولایا گیا اللہ تعالے نے راقم
الحروف کی علاج سے جناب خانصاحب کو بہت فائدہ بخشا چنانچہ اونکی اور انکے بہائی صاحب

محمد اکرم خانصاحب کی دستی تحریر میرے پاس موجود ہے اسکے علاوہ اور جگہ بہی مشاہرہ معقول پر جانیکا اتفاق ہوا ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یہہ توجو کچھہ ہو رہا ہے سو ظاہر ہے سب سے بڑہکر قابل اظہار خوشی یہہ امر ہے کہ طالب علم ہی کتب درسیہ کے تحصیل کے لیے آتے تہین ذٰلک من فضل ربی لیبلونی ءاشکر ام اکفر ؎ ہر کجا چشمہ بود شیرین ٭ مردم و مرغ و مور گرد آیند ٭ بیان مذکور کو شائقین خود بخود بگفتن پر محمول نکرین۔ بلکہ اظہار نعمت خداوند عالم سمجھین اما بنعمۃ ربک فحدث ؎ از دست و زبان کہ بر آید ٭ کز عہدہ شکرش بدر آید۔ آمدم بر سر مطلب مولوی ثناء اللہ صاحب کو طالب علمی کے زمانہ مین تالیف و تصنیف کا بہی شوق پیدا ہوا۔ جولانی طبیعت نے متعدد رسائل اردو مین لکھنے پر مجبور کیا چنانچہ مختلف کتابین اونکی تصنیف شدہ ہماری نظر سے بہی گذرین۔ اس سے ذرا اور آگے بڑہے تو تفسیر القرآن کی لکھنیکا بہی عشق دامنگیر ہوا۔ چونکہ مجھکو اُنسے دیرینہ ملاقات تہی۔ بلکہ یگانگت اور اتحاد کا مرتبہ بیان تک بڑہا ہوا تہا کہ میری اکثر کتابین اونکے پاس رہا کرتی تہین۔ جس کتابکی اونہین ضرورت ہوتی مجھسے لیتے آریون کی تردید کے لئے اونکی مجلس مین دو نوجایا کرتے تہے مرزائیون سے جب اونکی گفتگو ہوئی تو ہم شریک تہے۔ جب ہمین خبر ہوئی کہ انکا مصمم ارادہ تفسیر بنانیکا ہی عملاً علی حدیث خیر الانام النصح لکل مسلم تمام ضروری کاروبار چہوڑکر نصف النہار مین اونکے مکان پر پہونچا۔ اور کہا کہ مین نے سنا ہے کہ آپ قرآن مجید کی تفسیر بنانے لگے ہین۔ کیا یہہ درست ہے مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہان ارادہ تو ضرور ہے لیکن اوسکے اسباب پر غور کر رہا ہون۔ مین نے کہا کہ آپ یہہ ارادہ چہوڑ دین تفسیر کا لکہنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ حصول اس مقصد کے لیے آپکو بہت سے مصائب اوٹہانے پڑینگے۔ حلوا خوردن را روئے باید یہہ ٹیڑہی کہیر ہے بڑے بڑے علماء و فضلاء جنکا تبحر علمی مسلم ہو چکا ہے جیسے مخدوم مکرم حاجی الحرمین جناب مولانا

واستاذنا مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی شمس العلماء صاحب مرحوم مغفور وغیرہ نے ابتک کسی زبان مین تفسیر نہین لکھی تو آپ کس گنتی مین ہین تفسیر بنانیکے لیئے اول بہت سے اسباب کا حصول ضروری ہو جنکا پیدا ہونا آپکے لیے مشکل کیا بلکہ محال ہے۔ لو فرضنا اگر وہ اسباب بتمامہا آپکو حاصل بہی ہو جائین تو سب سے مشکل یہہ امر ہے کہ اگر کسی آیت کی تفسیر مین کمی بیشی ہو جاۓ یا تفسیر با لحدیث کا لحاظ نہ کیا جائے۔ تو بجائے ثواب کے گناہ حاصل ہوگا۔ لینے کے دینے پڑجائینگے خوشنودی و رضاء رب العالمین کے بجائے قہر و غضب نازل ہوگا۔ ٹکے کمانے یا حصول شہرت اگر مقصود ہے تو یون کیجیئے کہ عربی کتابون کا ترجمہ سلیس اردو مین لکھکر بذریعہ اخبارات و اشتہارات ملک مین پہیلا دین۔ یا مخالفین اسلام کے اعتراضون کے جوابات عمدہ پیرایہ مین شائع کرین خود بخود ہی شہرت ہو جائیگی۔ ہم خرما و ہم ثواب۔ الغرض مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک بات بہی قبول نکی۔ اور میرے کلمات مخالفانہ اپنے حق مین مضر سمجہے اور اپنے خیال مین مصر رہے یہ نسوچا سے بہ نزد من آنکس ہواہ خواہ تست * کہ گوید فلان خار در راہ تست۔ مین تو مایوسی کی حالت مین اٹھکر چلا آیا۔ اور ادہر مولوی ثناء اللہ صاحب نے بحکم الانسان حریص فیما منع اردو تفسیر لکھنی شروع کی حصہ اول چہپ چکا تو ایک نسخہ میرے پاس بہیجا اور کہا کہ اس پر ریویو لکھدو اور اپنے والد صاحب مولوی عبد العزیز صاحب ساکن دینا نگر ضلع گورداسپور سے بہی لکہوا کر بہیجدو۔ چونکہ مین خدا کے کرم و فضل سے چشم بینا رکہتا تہا۔ مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مصنف نے بڑی غلط تفسیر لکہی ہے سلف صالحین کے طریق سے برخلاف ہے۔ کاش قبل چہپنے کے مجکو یا حضرت مولانا و مخدومنا مولوی احمد اللہ صاحب یا کسی اور اہل علم کو دکہلا لیتے تو کیا ہی اچہا ہوتا۔ مولوی صاحب کو غلطیون سے اطلاع دیگئی

لیکن مولوی صاحب نے رجوع نکیا - ابھی تفسیر ثنائی اردو کا تذکرہ ہو ہی رہا تھا کہ یکایک ایک
تفسیر عربی خود اونکی تصنیف ملک مین شائع ہوگئی میری نظر سے بھی گذری - دیکھتے ہی مین تو دم
بخود ہوگیا اور بلا تامل زبان سے یہ کلمہ جاری ہوا کہ یا الٰہ العلمین مولوی ثناء اللہ صاحب کو کیا
ہوگیا کہ دعوی اہل حدیث ہونے کا کرتے ہین اور تفسیر مین یہہ تحریف ؎ برعکس نام
نہند زنگی کا فور - ایسے مدعیان عمل بالحدیث کے لئے بڑی شرم کی بات ہے کہ تفسیر لکھنے کے
وقت نہ تو حدیث کا لحاظ رکھین اور نہ اقوال صحابہ و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین کہ جنکا
وجود باجود خیر القرون مین ہوا انکی طرف رجوع کرین - مزہ یہہ ہے کہ باوجود ایسی حالت کی
مفسر بھی بننا چاہتے ہین ؎ بجاے بزرگان دلیری مکن + چو سرپنجات نیست شیری مکن
نہ ہر کس سزاوار باشد بصدر + کرامت بجاہ است منزل بقدر - جناب من مجھسے یہ بھی نہ رہا
گیا - تفسیر القرآن کو بغل مین دبا کر سیدہا اونکے در دولت پر پہونچا - کئی جگہ سے دکھلایا کہ
یہہ تفسیر تفسیر نبوی کے برخلاف ہے - باوجود ادعاء عمل بالحدیث اور اتباع سنت نبویہ کے
ایسی تفسیر کیون کی بات چیت ہوتے ہوتے نوبت بجنگ و جدال پہونچی - تو تو و مین مین
تک باری آگئی مارے غصہ کے آپکا چہرہ سرخ ہوگیا ؎ چو حجت نماند جفا جوی را + بہ پر
خاش درہم کشد روئے را - دوران تقریر مین آپنے یہہ کہا کہ میرے نزدیک تفسیر کی صحت
و سقم کا معیار لغت عرب ہے - جو لغت عرب کے موافق تفسیر ہے وہی صحیح ہے - میری
تمام تفسیر کا دار مدار اسی اصول پر ہے چنانچہ اسکی تائید مین ایک رسالہ بنام آیات متشابہات
بھی شائع کیا - مین نے جوابا عرض کیا کہ بیشک قرآن مجید عربی زبان مین نازل ہوا بلسان
عربی مبین لیکن اسکی تفسیر مین آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بیان کی ضرورت
ہے فرمایا و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم - و ما انزلنا علیک
الکتاب الا لتبین لہم الذی اختلفوا فیہ - اسمین بیان کی نسبت رسول خدا صلے اللہ
علیہ و آلہ وسلم کی طرف کی گئی ہے - پس معلوم ہوا کہ اظہار معانی کلام اللہ کے لئے صرف

لغت عرب ہی کافی نہین بلکہ حدیث کی ضرورت بھی ہے اسی طرف اشارہ ہے الا دانی اوتیت القرآن ومثلہ معہ مین اور حقیقت شرعیہ حقیقت لغویہ سے مقدم ہے آیت واعبد ربک حتی یاتیک الیقین سے یہہ بات بخوبی روشن ہو رہی ہے - گو حقیقت لغویہ حقیقت شرعیہ مین پائی جاتی ہے لیکن حقیقت شرعیہ کو تقدم ہے حقیقت لغویہ پر مثلاً لفظ صلوٰۃ کو لیجئے کہ لغت عرب مین چوتڑون کا ہلانا یا دعا ہے اور شریعت مین ارکان مخصوصہ ہے - اگر آپ لغت کا صرف خیال رکھکر معنے کرتے ہین تو نماز و حج اور زکوٰۃ وغیرہ کی کیا ضرورت ہے پانچون وقت چوتڑون کا ہلا چہوڑنا ادائے نماز مفروضہ کے لئے کافی ہونا چاہئے اور ایک تارک الصلوٰۃ کو آپ کافر یا فاسق نہین کہہ سکتے - اگر آپ یہہ فرماوین کہ لغت مین صلوٰۃ کے دونون معنے آئے ہین تو ہم کہتے ہین کہ اصل لغت عرب مین صلوٰۃ بمعنے تحریک الصلوین یا دعا ہے - قبل نزول احکام شرع عرب کے لوگ صلوٰۃ کے یہہ ہی معنے کرتے تہے - اور قاموس وغیرہ بعض کتب لغت سے جو آپ کو شبہہ ہوا ہے تو مبنی اسکا سوء فہم ہے کیونکہ صاحب قاموس نے صلوٰۃ بمعنے ارکان مخصوصہ جو لکہے ہین تو یہہ شرعی معنے لکہے ہین نہ لغوی - کیا یہہ منع ہے کہ علم لغت کی کتابون مین مسئلہ شرعی یا حقیقت شرعیہ بیان کی جاوے ہرگز منع نہین - لفظ صلوٰۃ پر لفظ زکوٰۃ اور حج اور صیام وغیرہ کو قیاس کر لین - نیز اگر آپ کا یہہ قول درست ہے تو سید احمد نیچری - مرزا قادیانی اور چکڑالوی وغیرہ کو آپ برا کیون کہتے ہین - ان لوگون نے جو تفسیرین قرآن شریف کی لکہی ہین زیادہ زور انکا اسی پر ہے کہ ہر ایک جگہ مناسب و غیر مناسب محل پر لغت کی طرف رجوع کرتے ہین احادیث مطہرہ اور اقوال صحابہ کو پس پشت ڈال دیتے ہین - شیاطین و جنات کا انکار معجزات و کرامات سے انحراف وغیرہ وغیرہ اسی بنا پر ہے آپکی تفسیر اور انکی تفسیرون مین کیا فرق ہے - میرے خیال مین کچہہ فرق نہین - اسکا جواب مولوی صاحب سے

کچھہ نہ بن پڑا - بجز اسکے کہ میری تمام تفسیر صحیح ہے - گو تمام جہان میرا مخالف ہو جائے مین
کسیکا مقلد نہین ہون - کسی کی بات تسلیم نہ کرونگا سنتے ہی میرے تمام رونگٹے کھڑے
ہو گئے اور انا للہ و انا الیہ راجعون کہتا ہوا بے نیل مرام واپس چلا آیا - دوسرے
تیسرے روز پھر پیغام بھیجا گیا کہ اگر آپ کو اور کوئی صورت رفع نزاع کی نظر نہین آتی تو دو
منصف مقرر کر لین ایک کا خرچ مین دیتا ہون دوسرے کا آپ دین - یا مین اور آپ
اونکے پاس چلے جاوین فریقین کے سوال و جواب سنکر جو فیصلہ اونکا ہو شایع کیا
جاوے - دو منصفون کی تعیین فریقین کے ذمہ ہونی چاہئے - یہہ صورت مولوی
ثناء اللہ صاحب نے منظور نہ فرمائی - بلکہ اولٹا چور کوتوال کو ڈانٹے - جلدی سے ایک
اشتہار دیدیا - جس مین یہہ لکہا کہ علماء امرتسر میری تفسیر کی غلطیان مجھکو نہین
دیتے - اور عوام مین پھیلانے کی کوشش کر رہے ہین مین مولوی صاحب سے پوچھتا
ہون - کہ آپ اوس خدا سچے وحدہ لاشریک کی قسم کہا کر فرماوین کہ مین نے آپکو غلطیان
نہین بتلائین تہین جبکہ آپ اسقدر پر فروختہ ہوئے تھے کہ آپکی زبان سے ناشائستہ
کلمات بہی بہ نسبت خاکسار نکلے تھے اور جناب مولوی احمد اللہ صاحب کے مکان
پر بموجودگی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آپ کو غلطیان نہین دی گئین - اگر یہہ
تمام قصہ غلط ہے تو ایک حلفیہ اشتہار اور بہی دیدین جسکا عنوان یہہ ہو لعنۃ اللہ علی
الکاذبین برائے خدا انصاف کرو - آخر مین جب مولوی صاحب کی سیدہی ہونیکی کوئی
اُمید نرہی بحکم آخر الحیل السیف لاچار مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی کی خدمت مین
گذارش کی کہ کچھہ غلطیان طبع کرا کر علماء کرام سے تفسیر کے متعلق استفسار کیا جائے
تاکہ عوام کو دہوکہ نرہے اور اس فتنہ سے بچ جائین جبکہ مولوی عبد الحق صاحب غزنوی
نے بڑی کوشش سے چالیس غلطیین چہاپ کر پنجاب اور ہندوستان کے مشہور
علماء کی خدمت مین بہجدین - الحمد للہ سب نے تفسیر کی تردید مین اتفاق ظاہر کیا

بلکہ بعض حضرات نے تو ایسے سخت الفاظ لکھے ہین کہ دیکھنے کے قابل ہین جسکو شوق ہو رسالہ الاربعین فی ان ثناء اللہ لیس علی مذھب المحدثین بل ھو من المحدثین فی الدین الجھمیۃ والمعتزلۃ والقدریۃ المحرفین امرتسر کڑہ مہان سنگہ مسجد غزنویان مولوی عبد الحق صاحب شاگرد مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم غزنوی سے طلب کرے مین چاہتا ہون کہ تمام غلطیون کو ہدیہ ناظرین کرون نصرت اسلام کا اگر خیال نہ ہوتا اور اظہار حق سے خاموشی اختیار کرنے کی بابت جو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وعید فرمایا ہے جیسے الساکت عن الحق شیطان اخرس اور من رای منکرا فلیغیرہ بیدہ الخ اسکا اگر علم نہ ہوتا تو ہم بہی کانون پر پردہ ڈالکر چپ ہو رہتے ۵ ھذا و نصر الدین فرض لازم لا للکفایۃ بل علی الاعیان + بید و اما باللسان فان عجزت فبالتوجہ والدعاء بجنان نہ کسی کی دل ازاری منظور ہے اور نہ کسی کی کساد بازاری مقصود ہے وکفی باللہ شہیدا اب مین نمبروار غلطیون کو مع جوابون کے لکہتا ہون ۔

(نمبر ا صفحہ ۷) **قولہ** الم مختصر من انا اللہ اعلم ھذا قول ابن عباس رض **اقول** اس سے ثابت ہوا کہ الم کے معنے اور تفسیر انا اللہ اعلم ہے ۔ یعنے خداوند کریم فرماتا ہے کہ مین سب سے زیادہ جاننے والا ہون ۔ تمام سورتون کے ابتدا جسقدر الفاظ نازل ہوئے ہین ۔ مقطعات اور متشابہات ہین ۔ لا یعلم تاویلہ الا اللہ ۔ حدیث صحیح مین بہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انکے معانی منقول نہین ہوئے ۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رض کی طرف جو نسبت کیا جاتا ہے ۔ اسکے کئی جواب ہین اول یہہ کہ اس اثر کی سند متصل الی الصحابی نہین ۔ دویم یہہ کہ اسکے راویون مین سے بعض ایسے ہین جو قابل اعتبار اور ثقہ نہین کیونکہ اسکے سلسلہ رواۃ مین ثعلبی اور واحدی اور سدی صغیر و کلبی وغیرہ ہین ابن حجر عسقلانی لکہتے ہین والکلبی جھتم بالکذب والسدی الصغیر کذاب ۔ سویم یہہ کہ اگر اسکی صحت پایۂ ثبوت کو پونہچ بہی جائے اور بڑی عرق ریزی کی بعد صحیح بنایا بہی جائے تو زیادہ سے زیادہ

ایک اصحابی کا فہم ہوگا نہ حدیث جناب مصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کما قال فی الجمل
ھذا رای ابن عباس رضا ایک اصحابی کا قول گو کیسا ہی جلیل القدر ہو بمقابلہ صحیح حدیث
کے حجت نہین ہو سکتا ہے اصول حدیث کی سب کتابون مین اس مسئلہ کو آپ دیکھہ
سکتے ہین جلالین جو بڑی معتبر کتاب فن تفسیر مین ہے اس مین لکہا ہے الم اللہ
اعلم بمرادہ بذالک اسکی شرح مین صاحب جمل نے لکہا ہے اشار بھذا الی ارجح
الاقوال فی ھذہ الاحرف التی ابتدء بھا کثیرا من الصور سواء کانت احادیۃ
کق وص ون اوثنائیۃ اوثلاثیۃ کما سیاتی وھوانھا من المتشابہ وانہ
جری علے مذھب السلف القائلین باختصاص اللہ تعالے بعلم المراد منھا
اہل حدیث اور فقہا رکا عموما یہہ ہی مذہب ہے کہ آیات متشابہات مین توقف کرنا اور
علم اسکا خدا کے سپرد کرنا چاہیئے بہلا سلف صالحین اور محدثین کا یہہ مذہب
کیون نہ ہو جب کہ حبیب خدا سرور کائنات محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی
ہے۔ عن عائشہ قالت تلا رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم ھذہ
الایۃ ھوالذی انزل علیک الکتاب الخ قالت قال رسول اللہ صلے اللہ
علیہ والہ وسلم فاذا رأیت الذین یتبعون ما تشابہ فاولئک الذین سمی اللہ
فاحذروھم یعنے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو لوگ آیات متشابہات
کے پیچہے پڑتے ہین اور اونکے معانی اپنے فہم وادراک سے نکالتے ہین اونسے بچو کیونکہ
اونکے دلون مین کجی ہے۔ رہی یہہ بات کہ ایسے کلمات اللہ جل جلالہ نے نازل کیون
فرمائے۔ اور انسے ہدایت کیسے ہو سکتی ہے تو جواب اسکا یون سمجہنا چاہیئے کہ آدمی
دو قسم کے ہوتے ہیں عالم اور جاہل۔ علما کی طبیعت چونکہ تحصیل علوم کی طرف راغب
رہتی ہے اونکو حکم ہوا کہ آیات متشابہات کی تحصیل مین طبائع اور عقول کو ردکو انکی
معانی کی طرف متوجہ مت ہو بس اہل اللہ اور سالکان طریقت تعمیل حکم مین کوتاہی
اور راسخین فی العلم

نہین کرتے اور آیات تشابہات کی معانی اپنے عقل سے نہین نکالتے اور جنکے دلون مین کجی ہوتی ہے وہ بیشک ہاتھہ پاؤن ہلاکر کچہہ معانی اور تفسیر بیان کرتے ہین گویا اسمین ایک قسم کی آزمایش الٰہی ہے اور جاہلون کی طبیعت چونکہ ہمیشہ علوم حقیقیہ کو پڑہو اور سیکہو ۔ پس یہہ سر اور بہید ہے آیات تشابہات کے معانی نہ بیان کرنے مین ۔ شاید آپ تلویح توضیح کو بہول گئے ہین اسکو دیکہیئے تاکہ آپ کو اچہی طرح سے حقیقت امر سے واقفیت ہو جائے ۔ ملا علی قاری نے فقہ اکبر کی شرح مین لکہا ہے کما ان فی الآیات المتشابہات وجب الایمان بہا من غیر اشتغال بتاویلہا (نمبر ۱ صفحہ ۱) قولہ والحجارۃ ای الاصنام وکل ما یعبد دون اللہ اقول یعنے اس پتہر سے بت اور معبود ماسوے اللہ مراد ہے ۔ یہہ تفسیر اصحاب رضی اللہ عنہم کی تفسیر کے برخلاف ہے حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ رئیس المفسرین قدوۃ السالکین فرماتے ہین کہ اسجگہ پتہر سے پتہر گندہک کا مراد ہے نہ مطلق پتہر لیکون اشد واشتد واظلم ھکذا نقل عن ابن مسعود وعلی ابن الحسین وجعفر وغیرھم ۔ جلال الدین سیوطی نے اتقان مین لکہا ہے کہ اگر آیت اور حدیث سے تفسیر نہ ہوسکے تو صحابہ کی تفسیر بمنزلہ تفسیر نبوی کی خیال کرنی چاہیئے اور اسکی تسلیم کرنے مین تساہل نہ چاہیئے آپنے یہہ اصول چہوڑ دیا جو تمام مفسرین اہل اسلام کا مسلم ہے (نمبر ۲ صفحہ ۱۱) قولہ ثم استوی قصد الی السماء الخ اقول استوے بمعنے قصد لغت اور اقوال صحابہ اور اکثر ائمہ سلف کے برخلاف ہے قال فی المعالم قال ابن عباس واکثر مفسری السلف ای ارتفع الی السماء وقال صاحب الجمل الاستواء فی اللغۃ الارتفاع والعلو علی الشیٔ قال اللہ تعالے فاذا استویت انت ومن معک علی الفلک وقال لتستووا علی ظہورہ قال البخاری رح قال ابو العالیۃ

استوی الی السماء ارتفع دروا ہ محمد بن جریر الطبری فی تفسیرہ عن الربیع ابن انس وقال خلیل ابن احمد ثم استوے الی السماء ارتفع الی السماء ۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی تفسیر نہ صرف غلط بلکہ قرآن اور حدیث اور اقوال صحابہ وائمہ لغت کی تصریحات برخلاف ہے ۔ عجب معاملہ ہے کہ نام تو تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن رکھا ہے ۔ لیکن بقول شخصے تارنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہین بنظر عمیق دیکھنے سے گندم نما جو فروش کا سا معاملہ معلوم ہوتا ہے ائمہ حدیث کا تیہہ ہی مذہب ہے کہ استوی کے معنے اسجگہ آسمانون کی طرف چہڑنے کے ہین یعنے خدا پہر آسمان کی طرف چہڑ گیا صرف قصد کے معنے صحیح نہین ہے کما سیاتی تفصیلہ (نمبر ۴ صفحہ ۱۲) قولہ ونعلم الاشیاء کلہا فنحن احق بالخلافۃ اقول تعجب کرتا ہون کہ مفسر صاحب نے کہا نسے سمجہا کہ ملائکہ نے علم جمیع اشیاء کا دعوے کیا تہا اور اسپر استحقاق خلافت ثابت کیا ۔ نہ کوئی لفظ قرآن شریف کا اسپر دال ہے اور نہ حدیث نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسپر ناطق ہے اور نہ کسی صحابی کا قول اسپر شاہد ہے ۔ تفسیر بالرائے نہین تو اور کیا ہے (نمبر ۵ صفحہ ۱۲) قولہ واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا حیوا تعظیماً

اقول سجدہ بمعنے سلام آجتک ہمنے کسی لغت کی کتاب مین نہین دیکہا اگر مقصود باریتعالے صرف یہہ ہوتا کہ اے فرشتو آدم ع کو سلام کرو ۔ تو بجائے اسجدو کے سلموا یا حیوا ہوتا ۔ اذ لیس فلیس ۔ تفسیر جلالین ۔ بیضاوی ۔ مدارک ۔ جامع البیان ۔ حسینی ۔ جمل ۔ عباسی ۔ عزیزی ۔ معالم کبیر ۔ تبصیر الرحمن ۔ حقانی وغیرہ جو اسوقت میرے پاس موجود ہین انمین یہہ معنے نہین لکہے ۔ شاید سید احمد نیچری کی یہہ تقلید ہے ۔ تفسیر القرآن کو دیکہتا دیکہتا جب مین اس موقع پر پہونچا تو مجہکو شک ہوا کہ شاید مولوی صاحب نے غلطی یا سہو کاتب سے ایسا لکہا ہے

اس شک کو دور کرنے کے لیئے تفسیر ثنائی اردو جو دیکھی گئی تو اوسمین صاف لکھا ہوا پایا کہ اے فرشتو آدم ع کو سلام کرو تب مجھے کامل یقین ہوا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے عمداً ایسا لکھا ہے۔ جمہور مفسرین اہل سنت کی مخالفت کے علاوہ نصوص قرآنیہ کی مخالفت آپکو کیونکر گوارا ہوئی جس شبہ کو رفع کرنیکے لیئے آپنے یہہ معنے کیئے ہین ثبوت نسخ کے بعد اٹھنا اوسکا آسان ہے آیت واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ مین آپنے نسخ تسلیم کر لیا ہے گو تفسیر ثنائی اردو مین مسئلہ نسخ کے متعلق کچھہ لغزش آپکو ہو گئی ہے لیکن تفسیر عربی مین آپنے اسکا تدارک کر لیا ہے یا یون جواب دیجئے کہ لام بمعنے الی ہے یعنے آدم ع بمنزل کعبہ کے ہوئے اور سجدہ خدا کے لیئے ہوا یہہ آپنے کیا غضب کیا کہ سجدہ آدم سے ہی منکر ہو گئے (نمبر ۶ صفحہ ۱۴) **قولہ** قلنا اھبطوا منھا جمیعا ای استمروا علی الھبوط **اقول** اھبطو بمعنے استمروا علی الھبوط آپکی خاص لغت ہو گی۔ ورنہ لغت عرب سے اسکی شہادت ملنی دشوار ہے۔ ہمارے خیال مین ابتک نہین آیا کہ استمروا علی الھبوط کے کیا معنے۔ کیا خدا کا حکم آدم علیہ السلام اور حوا کو یہہ ہوا تھا کہ تم بہشت سے ہمیشہ اوترتے رہو ورنہ اور استمرار علی الھبوط کے کیا معنے اگر یہی مطلب ہے تو علاوہ محال ہونیکے تکلیف مالا یطاق لازم آتی ہے فرمایا لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ اگر اس سے آپکی غرض کچھہ اور ہے تو اوسکو ظاہر کیا ہوتا۔ آخر آپ مفسر ہین اور مفسر کا کام کشف اور ایضاح معانی کلام اللہ کا ہوتا ہے۔ اور مفسرین تو اسجگہ لکھتے ہین کہ یہہ جملہ تاکید کے لیئے وارد ہوا ہے قال فی الجمل غرضہ بھذا ان التکریر للتاکید فاندفع ما قلتم (نمبر ۷ صفحہ ۱۴) **قولہ** وظللنا علیکم الغمام فی وادی التیہ ای ارسلنا السماء علیکم مدارا لان بنی اسرائیل اقاموا فی التیہ اربعین سنۃ فکیف یکون المراد

الظل المعروف **اقول** حضرت موسے علیہ السلام کی قوم پر وادی تیہ مین بادلون کا تانا منہ ہوئے پر آپنے کوئی دلیل شرعی نہین لکھی ۔ نقلی باتون میں استبعاد عقلی نہین چلتا ۔ استبعاد عقلی اور محال عقلی مین آسمان و زمین کا فرق ہے ۔ تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ بنی اسرائیل پر تیہ مین بادلون کا سایہ ہوتا تہا قال المفسرون وظللنا وجعلنا الغمام تظلکم و ذالک فی التیہ سخر اللہ لهم السحاب یسیر بسیرهم یظللهم من الشمس اس کے سوا فوق تمام مفسرین اہل سنت نے لکہا ہے اسکا انکار اجماع کا انکار ہے ۔ آپ جو یہ کہتے ہین کہ بنی اسرائیل اوس جنگل مین چالیس برس سرگردان رہے تو چالیس برس اونپر بادلون کا سایہ کیسے ہوتا رہا ۔ ہم جواباً کہتے ہین کہ اگر چالیس برس بادلون کا سایہ انکے نزدیک محال ہے تو چالیس برس اونپر بارش ہونی امحل ہے ۔ اگر چالیس برس بارش کا ثبوت نص سے نہین تو چالیس برس سایۂ ابر کا بہی وجود ثابت نہین ۔ ہم کب کہتے ہین کہ چالیس سال انپر سایہ ہوتا رہا ۔ البتہ ہم اور تمام مفسرین اہل سنت نفس تظلیل غمام یعنے بادلون کے سایہ کا معجزہ جو نص قرآنی سے ثابت ہے معترف اور معتقد ہین ۔ آپنے ایسا پہلو اختیار کیا ہے کہ جس سے حضرت موسے علیہ السلام کا یہ معجزہ ثابت نہین ہوتا بلکہ الکلام المبین مین آپنے لکہا ہے کہ بادلون کے سایہ سے سوائے تکلیف کے اور کچھ نہین پس مراد یہہ ہے کہ مناسب موقعون پر بارشین کی ہم پوچھتے ہین کہ بارش کا موقعہ مناسب پر ہونا کس لفظ کا ترجمہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس معجزہ کے منکر ہین بلکہ اسی رسالہ کی عبارت صاف کہہ رہی ہے کہ آپ جیسے اس معجزہ کے منکر ہین ویسے ہی معجزہ من اور سلوی کے نزول کے بہی منکر ہین آپ الکلام المبین مین لکھتے ہین کہ بنی اسرائیل کا من نباتات کی قسم سے تہا جو عموماً بارش کے پانی سے پیدا ہوتی ہے ۔ بموجودگی ایسے تحریرات کے کون ہے جو آپکو اہل حدیث کہے اور حدیث الکمأة من المن کے یہہ معنے نہین جو آپنے سمجھے بلکہ مطلب یہہ ہے کہ جیسے کہ من بلا مشقت پیدا ہوتی ہے ویسی ہی بنی اسرائیل

پر بڑا مشقت میں نازل ہوتا تہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دونو معجزون سے منکر ہین
آپ تو لغت عرب کو معیار صحت وسقم تفسیر کا قرار دیتے ہین پہر یہان لغت کو کیون چہوڑا
اپنے اصول موضوعہ آپکی تفسیر کو غلط ثابت کرتا ہی کیا خوب اتباع قرآن وحدیث اسیکا
نام ہے افسوس صد افسوس ؎ ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی * کین راہ کہ تو میروی
بترکستانست۔ (نمبر ۹ صفحہ ۱۴) **قولہ** فبدل الذین ظلموا الی ان قال فبدلوا بقولہم انا
لن ندخلہا **اقول** اسجگہ بہی اپنے حدیث کی مخالفت مین کمی نہین کی حضرت صلے
اللہ علیہ وآلہ وسلم کچہہ فرماتے ہین اور آپ کچہہ اور کہہ رہے ہین۔ قال رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم قیل لبنی اسرائیل ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ فبدلوا فدخلوا
یزحفون علی استاہہم وقالوا حبۃ فی شعیرۃ یعنی حنطۃ (رواہ مسلم) کہا یا دانہ سٹے مین یا یہ
قول مہمل ہے۔ غرض جو کچہہ بنی اسرائیل کی جانب سے قولی تغیر واقع ہوا سو وہ حبۃ
فی شعیرۃ یا حنطۃ تہا۔ نہ یہہ کہ انا لن ندخلہا۔ آپنے اتنا بہی غور نہ کیا کہ وہ قصہ قوم عمالقہ
سے جنگ کرنیکا ہے۔ اور قصہ دخول قریہ کا جسکو مفسرین اسلام نے بیت المقدس یا
اریحا سے تعبیر کیا ہے۔ سورت مایدہ اور سورت بقرہ کو اچہی طرح سے پڑہو آپنے بڑی کوشش
کی ہے کہ سبکو ایک ہی واقعہ بنایا جائے اور ادخلوا الارض المقدسۃ کے معنے بیت المقدس
کے کئے ہین اور القریہ سے مراد بیت المقدس لیا ہے نقلاً عن قول ابن عباس اسپر گذارش
یہ ہے کہ آپکے نزدیک جب اصحابی کی تفسیر ہی حجت نہین تو ابن عباس کا قول آپکو کیون کر
مفید ہو سکتا ہے آپ کوئی قرآنی آیت ایسی لکہتے جس مین قریہ کی تفسیر بیت المقدس سے کی ہو
صحابہ کے اقوال سے آپکو کیا غرض ہے (نمبر ۹ صفحہ ۱۴) **قولہ** فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا
من السماء بما کانوا یفسقون ای احرمناہم بفسقہم لقولہ تعالی فانہا
محرمۃ علیہم **اقول** اسمین بہی آپنے تفسیر نبوی کے برخلاف تفسیر لکہی ہے حدیث
صحیح مین یون آیا ہے کہ رجز طاعون تہا جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا قال علیہ الصلوۃ

والسلام ان هذا الطاعون رجز ارسل او سلط علی من کان قبلکم او بنی اسرائیل
رصیحے مسلم) جنگل مین اونکا محروم ہونا حضرت یوشع ع کے زمانہ مین نہ تہا۔ بلکہ حضرت موسے ع
کے حیات مین تہا۔ اور طاعون کا اونپر نازل ہونا بعد فتح بیت المقدس کے حضرت یوشع ع
کے زمانہ مین ہوا پس آیت فانہا محرمۃ سے استدلال صحیح نہین ہو سکتا۔ اور یہ کہنا کہ طاعون
رجز کی تفسیر نہین بالکل غلط ہے کیونکہ حمل مین اتحاد شرط ہے پس جیسا یہہ صحیح ہے کہ
الطاعون رجز ویسا ہی یہہ بہی صحیح ہے الرجز طاعون تفسیر کبیر مین لکہا ہے بعث اللہ
علیہم الطاعون حتی مات من الغداۃ الی العشی خمس وعشرون الفا و لم یبق
منہم احد ہم مانتے ہین کہ رجز کو معنے عذاب کے بہی آتے ہین لیکن اس آیت مین رجز
کے معنے طاعون کو ہین جو فی نفسہ عذاب ہی لیکن آپکی تفسیر کہ اونکو وادی تیہ مین محروم
رکہنا مراد ہے یہ کسی اہل سنت سے منقول نہین پس الکلام المبین مین جو توجیہ کی ہے
سب مردود ہے۔ میرے خیال مین اس تفسیر کا ماخذ سید احمد نیچری کی تفسیر ہے ۔
دع عنک آراء الرجال و قولہم ÷ قول رسول اللہ ازکی واشرح۔ رنمبر ۱ صفحہ ۱
قولہ یسمعون کلام اللہ من غیرہم ای انہم نبذوا کتاب اللہ **اقول** حضرت
عبد اللہ بن عباس رض وغیرہ کا قول ہے کہ موسے علیہ السلام نے ستر آدمی بنی اسرائیل
مین سے پسند کئے۔ اونہون نے اللہ کا کلام بلا واسطہ سنا جب واپس آئے تو تحریف
کر ڈالی اور اللہ کا حکم نہ مانا۔ اس آیت مین وہ ستر آدمی مراد ہین ۔ آپکی تفسیر سے یہہ
مطلب ظاہر نہین ہوتا چونکہ اللہ تعالے کا کلام بلا واسطہ سننا ایک قسم کا معجزہ حضرت
موسے کا تہا جسکو خرق عادت یا خلاف قانون قدرت کہا جاتا ہے ۔ پس آپنے ایسے
معنے کئے کہ جس سے یہہ معجزہ ثابت ہی نہ ہو۔ چلو چہوٹی ہوئی پنجابی مین مثل مشہور
ہے نہ نبتی نہ قضا کیتی۔ رنمبر ۱ صفحہ ۱۴) **قولہ** ہاروت و ماروت بدل من الشیاطین
اقول مفرد کا جمع سے بدل ڈالنا کونسی کتاب نحو مین لکہا ہے۔ لفظ ہاروت و ماروت

کو تثنیہ بنانا ہی آپکی علمیت اور فاضل کہلانیکی کافی دلیل ہی اتنا ہی نہین جانتے کہ معطوف اور معطوف علیہ حکم واحد کا رکھتے ہین نہ تثنیہ کا علاوہ برین بدل اور مبدل مین اسقدر جملہ اجنبیہ سے فاصلہ کہان جائز ہے بالفرض اگر ہاروت اور ماروت کو بدل بناکر شیطان قرار دیا جائے اور کہا جائے کہ ملائکہ مین سے نہ تھے بلکہ شیطانون مین سے تھے جیساکہ آپکی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے تو صحیح حدیث کا انکار لازم آتا ہے۔ حاکم نے سند صحیح سے اور بیہقی نے سنن کبرے مین حضرت ام المومنین عائشہ رضہ سے روایت کی ہی کہ ایک عورت اہل دومۃ الجندل سے بعد انتقال پرملال جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ طیبہ مین آئی الخ اسیطرح ابن منذر نے اوزاعی سے نقل کیا ہی۔ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی پارہ اول مین بڑی بسط اور تفصیل کے ساتھہ اس قصہ کو کہا ہے خوف طوالت سے مین نے یہان نقل نہین کیا۔ حوالہ کافی سمجھتا ہون غرض اس حدیث سے ہاروت و ماروت کا فرشتون سے ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مخالفون کے اعتراضات جو اس قصہ پر وارد ہوتے ہین سب کی جوابات تفسیر عزیزی مین مفصل لکھے ہوئے ہین۔ صریح لفظ قرآن شریف وما انزل علے الملکین کا مدلول سطابقی اور احادیث صحیحہ مرفوعہ اور اقوال صحابہ کرام اور کتب سابقہ کے عبارات پورے طور سے کہہ رہے ہین کہ ہاروت و ماروت فرشتے تھے۔ سب سے بڑہکر یہ امر ہے کہ اس قصہ کو گروہ عظیم نے نقل کیا ہے۔ البتہ مین بہی یہہ کہونگا کہ اصل قصہ بے شک صحیح ہے اسمین کئی قسم کی افراط تفریط ہونیسے نفس قصہ کی صحت مین تامل کرنا دور از انصاف ہے بڑے بڑے اہل حدیث نے اسکو صحیح کہا ہے قال الشیخ زکریا الانصاری الحق ما افاد شیخنا الحافظ الشہاب ابن حجر ان لہا طرقاً تفیل العلم بصحتہا فقد رواہا مرفوعۃ الامام احمد وابن حبان والبیہقی وغیرہم وموقوفۃ علے علی وابن مسعود وابن عباس وغیرہم باسانید صحیحۃ ہذا کلہ فی کتاب

الزواجر ان شئت التفصیل فطالعہا (نمبر۱۲ صفحہ۲) **قولہ** حتی غایۃ لرفع الحاجۃ لا لنسخ الحکم **اقول** اڑہائی اینٹ کی آپکی مسجد ہمیشہ سب مفسرین سے علیحدہ ہی رہتی ہے۔ آپکے نزدیک یہہ آیت منسوخ نہین اور مفسرین اسکو منسوخ مانتے ہین۔ معالم التنزیل مین لکہا ہے کہ آیت سیف یعنے فاقتلوا المشرکین نے اسکو منسوخ کیا اور حتی یاتی اللہ بامرہ سے مراد قتل مشرکین ہے۔ جمہور مفسرین بہی اسی طرف گئے ہین رفع حاجت جسکو آپ مغیا قرار دے رہی ہین ماقبل حتی کے اوسکا ذکر نہین۔ اب آپ ہی زرا انصاف فرماوین کہ آپکی تفسیر کہانتک صحیح ہے (نمبر۱۳ صفحہ۱) **قولہ** من بعد میثاقہ فی الدنیا عند احتیاجہم الی اللہ تعالے **اقول** اگر یہ کتاب اللہ پر زیادتی اپنی رائے سے نہین کی تو اور کیا ہے کیا میثاق انکا دنیا مین ہوا تھا یا روز ازل جبکہ فرمایا الست بربکم قالوا بلی شہدنا والمعنی اللہ سبحانہ لما خلق ادم ومسح ظہرہ بیمینہ فاستخرج منہ ذریتہ واخذ علیہم العہد وھؤلاء ھم عالم الذر وھذا ھو الحق الذی لا ینبغی العدول عنہ ولا المصیر الی غیرہ لثبوتہ مرفوعًا الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم وموقوفا علی غیر واحد من الصحابۃ (فتح البیان) اس سے معلوم ہوا کہ عہد اونکا روز ازل ہوا نہ دنیا مین۔ پہر آپکا کہنا ہم کیونکر مان لیوین آپ نہ کوئی حدیث پیش کرتے ہین اور نہ آیت (نمبر۱۴ صفحہ۱) **قولہ** فثم وجہ اللہ توجہہ سبحانہ بالقبول۔ **اقول** یہہ بہی سلف صالحین او جمہور مفسرین اہل سنت کے برخلاف ہے۔ وجہ کے معنے اسجگہ قبلہ اور جہت سو درست ہے۔ قال فی الجمل قبلتہ التی رضیہا عبارۃ غیرہ فثم وجہ جہتہ التی ارتضاھا قبلۃ وامر بالتوجہ نحوھا انتہے۔ و فی المختار الوجہ والجہۃ بمعنے والھاء عوض من الواو پس یہہ کہنا کہ جدہر مونہہ پہیرو تم ادہر ہی ہے اللہ کی توجہ بالقبول غلط اور غیر صحیح ثابت ہوا بلکہ صحیح یون ہے کہ جدہر تم مونہہ کرو ادہر ہی ہے جہت اور قبلہ اللہ کا۔ یعنی اوسکا بنایا ہوا کیونکہ

تمام چیزون کا خالق وہی ہے خالق کل شی لا الہ الا ھو - الا لہ الخلق والامر -
اسی آیت کا شان نزول اور لغت عرب اور سیاق و سباق آپکی تفسیر کو مردود کرتا
ہے (نمبر ۱۵ صفحہ ۲۳) قولہ الا من سفہ نفسہ ای اجہل نفسہ **اقول** اس
وقت مجھکو ایک حکایت یاد ائی جو بعض لوگون کو شاید معلوم ہوگی کہ ایک جاہل
کسی گاؤن مین گیا - اور کسی مسجد یا تکیہ مین ایسا سکوت اختیار کیا کہ تمام لوگ
سمجھ گئے کہ یہہ شخص بڑا فاضل اور لائق ہے کچھہ عرصہ اسیطرح گذرا لوگون کا ہجوم
و ازدحام اسقدر ہوا کہ تل پہینکنے کی جگہ بہی نہ رہی - مثل بہنبونکی گرد اگرد اوسکے جمع ہوگئے
اتفاقاً ایک روز اوسکی زبان سے ایسا لفظ نکلا کہ لوگ حیران ہوئے اور سمجھ گئے کہ
یہہ تو پرلے درجہ کا جاہل ہے سے چو در بستہ باشد چہ داند کسی + کہ جوہر فروش
است یا پیلور - سنتے ہی تمام مجمع منتشر ہوگیا - اور وہ تن تنہا رہگیا - پہر کیا تہا جون
ہی یہہ حالت ناگفتہ بہ دیکہی فوراً بوریا بستہ باندہا اور چلتا بنا - سو آپکا حال ہے کہ
اگر ایسی تفسیر نہ لکہتے تو قلعی نہ کہلتی - اور نہ زمرہ علما مین ندامت اوٹہانی پڑتی
بہلا یہہ تو فرمائے کہ اجہل باب افعال سے کسنے لکہا ہے - اور سفہ فعل لازمی کی تفسیر
اجہل فعل متعدی سے کسنے کی ہے - برین عقل و دانش ہزار آفرین - اور اجہل
اسم تفضیل تو میان چسپان ہوہی نہین سکتا - اسکے جواب مین یہہ کہنا کہ یہہ
تو سہو کاتب ہے اتنے کہنے سے کیا خلاصی ہوسکتی ہے خصوصاً جبکہ بڑی کوشش
سے تفسیر کا اغلاط نامہ مرتب کیا گیا ہو - اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ مین مادہ علمی
تفسیر بنانیکا تو درکنار تفسیر سمجھنے کا سلیقہ نہین - ہاتھہ کنگن کو آرسی کیا - علوم عربی
مین آپکو کچھہ مہارت نہین ورنہ ایسی ڈبل غلطی کیون کہاتے - تفسیر کبیر مین لکہا ہے
قال الحسن الا من جہل نفسہ وخسر نفسہ وحقیقتہ انہ لا یرغب عن
ملة ابراہیم الا من جہل نفسہ الخ اس سے معلوم ہوا کہ اجہل باب افعال

سے لکہنا نہ صرف جہالت ہے بلکہ عدم واقفیت ہی تفاسیر اہل سنت پر۔
(نمبر۱۶ صفحہ۲۴) **قولہ** امۃ وسطا ای فضیلۃ **اقول** یہہ بہی حدیث صحیح کے برخلاف ہے۔ آپ نے وسط کی تفسیر صاحب فضیلت سی کی ہے۔ اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدل سے فرمائی ہے۔ قال فی الفتح وقد ثبت عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم تفسیر الوسط ھھنا بالعدل رواہ احمد والترمذی وصححہ النسائی وغیرھم فوجب الرجوع الی ذلک۔ جب تک قول اور فعل مین تابعداری اللہ اور رسول کی آپ نکرینگے دعوی اہل حدیث ہونیکا جہوٹہہ ہی خصوصًا تفسیر القرآن مین۔ (نمبر۱۷ صفحہ۲) **قولہ** وان الذین اوتوا الکتاب الخ الی ان قال لما فی کتبھم من التصریحات الخ **اقول**۔ کلام بے ربط اور بے تعلق کو آیت کی تفسیر مین لانا کونسی دانائی ہے۔ اس آیت مین ذکر قبلہ کی طرف توجہ کرنیکا ہے۔ اور جس عبارت کو آپنے تورات سے نقل کیا ہے اوس سے صرف اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر اخرالزمان محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہونگے چنانچہ آپنے بہی بعد اختتام اسی عبارت کی ہمارے مطلب کی تصریح کی ہے باین الفاظ فھذہ وامثالھا کلھا اشارۃ الی ظھور خاتم الانبیاء محمد ن المصطفی صلے اللہ علیہ وسلم پس قبلہ کو اس سے کیا تعلق۔ فلا یتم التقریب۔
(نمبر۱۸ صفحہ۲) **قولہ** یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم ای التحول الی الکعبۃ الخ
اقول تمام مفسرین اہل سنت نے لکھا ہے کہ یعرفونہ کا ضمیر منصوب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پہرتا ہے اور آپ تحول کی طرف پہیرتے ہین۔ یعرفونہ محمدا بنعتہ وصفتہ (جامع البیان) معلوم نہین کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو جمہور مفسرین سے کیا کاوش ہے کہ خواہ نخواہ بہی انکی مخالفت پر تلے ہوئے ہین۔ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے ید اللہ علے الجماعۃ دوسری حدیث مین فرمایا من

فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه باوجوداتنی تاکید کے بہی امرتسری مفسر صاحب کو نہ سوجہی کہ مین سلف صالحین اور جمہور امت کی مخالفت نکرون ۔ (نمبر ۱۹ صفحہ ۲۶) **قولہ** یات بکم اللہ ای یجمعکم ایام الحج لقولہ تعالی واذ جعلنا البیت **اقول** ایام حج مین جمع کرنیکا اسجگہ ذکر نہین اگر ایسا ہو تو صریح واقع کی برخلاف ہو کیا سب پر حج فرض ہے جمہور مفسرین کہتے ہین کہ آیت کا ترجمہ یہہ ہے کہ لائیگا خدا تم سبکو۔ مطلب یہہ کہ اللہ تعالی قیامت کے دن سبکو اوٹہائیگا۔ اہل حق اور اہل باطل مین امتیاز کے لئے جزا اور سزا دینے کے لیے میدان حشر مین سبکو جمع کریگا (جامع البیان) یحشرکم الیہ ویجازیکم ۔ معلوم نہین کہ آپ ایسی معنے کہان سے کہتے ہین کہ جنکا ثبوت نہ حدیث سے نہ اقوال صحابہ وائمہ مجتہدین سے کیا تفسیر القرآن بالقرآن یہی ہے (نمبر ۲ صفحہ ۳۱) **قولہ** ان ترک خیرا الوصیۃ الی ان قال بین سبحانہ ھذہ الوصیۃ بقولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین الخ **اقول** یہہ بہی تفسیر نبوی کے برخلاف ہے یہہ وصیت اور ہے اور آیت میراث مین وصیت اور آیت یوصیکم مین وصیت کے معنے عہد کے ہین ۔ اور آیت مذکورہ مین وصیت سے مراد وہ وصیت ہے جو مرنیوالا پس ماندگان کے لیے کرتا ہے یہہ وصیت قبل نزول آیت میراث اقارب کے لیے واجب تہی ۔ آیت میراث نے اسکو منسوخ کیا ۔ دیکہو حدیث صحیح مین یون آتا ہے ان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیت لوارث علماء حنفیہ وشافعیہ ومالکیہ وحنبلیہ واہل حدیث بلکہ کل امت قائل ہے کہ آیت ان ترک خیرا الوصیۃ کی وصیت وارثون کی لیے منسوخ ہے آپکی تفسیر سے اسکا منسوخ ہونا ثابت نہین ہوتا۔ پس ثابت ہوا کہ آپکی تفسیر تفسیر نبوی اور تمام تفاسیر اہل سنت کی برخلاف ہے آپکو اگر نسخ برا معلوم ہوتا ہے تو آیت

ما ننسخ من آیۃ اور واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ مین نسخ کا کیون اقرار کیا (نمبر ۱ صفحہ ۲) **قولہ**
شہر رمضان الذی انزل فیہ القران ای انزل فی فریضۃ صیامہ حکم القران
لتفریع قولہ فمن شہد منکم الشہر الخ **اقول** یہہ بہی صریح آیت کی تحریف ہے آپکی غرض
یہہ ہے کہ آیت کے معنے درست یون ہے کہ رمضان کی فرضیت کے متعلق قرآن مجید مین حکم
نازل ہوا۔ اتنی تحریف کی آپکو کیا ضرورت پیش آئی تمام مفسرین اہل سنت نے اسکے معنے
یون کئے ہین کہ ماہ رمضان مین قرآن مجید نازل ہوا جیسا دوسری آیت نے خود ہی اسکی
تفسیر کی ہے فرمایا انزلناہ فی لیلۃ القدر اور انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ۔ پس بحکم القران
یفسر بعضہ بعضاً مشہور معنے درست ہی اور آپکی تفسیر اسلیے کہ قرآن اور حدیث کے برخلاف
ہے مردود ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نیچری نے بہی اسی کے موافق ترجمہ لکہا ہے اور حاشیہ مین
اس توجیہ کو پسند کیا ہی معلوم ہوتا ہے کہ آجکل آپکو ذرا نیچریون کی طرف چونکہ رغبت زیادہ ہے
لہذا اونکی تفسیر کو آپنے بہی پسند کیا ہی ایسی اندہی تقلید حرام ہی (نمبر ۲ صفحہ ۳۲) **قولہ**
والفتنۃ اشد من القتل ای مکرہم اللیل والنہار۔ **اقول** ع شاباش برین ہمت مردانہ
تو۔ پچہلے بزرگون سے جب تک ایک قدم آگے نہ رہینگے تو آپکا نام کیسے ہوگا۔ جمہور صحابہ
اور تابعین اور سلف خلف اور عامہ اہل سنت نے اسجگہ فتنہ کی تفسیر شرک سے کی ہی فسر الفتنۃ
بالشرک ہہنا عامۃ السلف من الصحابۃ والتابعین (حاشیہ جامع البیان) اور آپ فتنہ
کے معنے مکر اور فریب سے کرتے ہین (نمبر ۳ صفحہ ۳) **قولہ** احل لکم ای ابیح لکم ابتداء لا بعد المنع
اقول۔ بس صاحب یہہ تفسیر آپکی آپکو ہی مبارک رہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ
یہہ کیا تفسیر ہے جس مین تفسیر نبوی کی مخالفت بہری ہوئی ہے۔ جمہور امت کی علما حتی کہ
مذاہب اربعہ کی مقتداؤن نے بہی تسلیم کیا ہے کہ ابتداء اسلام مین یہہ حکم تہا کہ اگر رمضانکو
رات کو سو جائے یا عشا کی نماز پڑہ لے تو کہانا اور پینا اور جماع حرام ہو جاتا تہا پہر اللہ تعالے
نے مہربانی فرماکر اس حکم کو منسوخ کیا وایضح ذلک انہ کان فی ابتداء الامر اذا افطر

الرجل حل له الطعام والشراب والجماع الی ان یصلی العشاء الاخرة او یرقد قبلها فاذا صلی ها او رقد قبلها حرم علیه ذلك الی اللیلة القابلة فواقع عمر رضہ اهله بعد ما صلی العشاء فلما اغتسل اخذ یبکی ویلوم نفسه فاتی النبی صلی اللہ علیه وسلم واعتذر الیه فقام رجال واعترفوا بالجماع بعد العشاء فنزل فیه احل لکم (احل) اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کی راتون مین حضرت ؐ کے حکم سے جماع وغیرہ منع ہوا تھا ورنہ حضرت عمر رضہ وغیرہ کو معذرت کی کیا حاجت تھی۔ جن لوگون نے صحابہؓ کے حالات پڑھے یا سنے ہین وہ خوب جانتے ہین کہ صحابہ رضہ کوئی بات بدون حکم حضرت ؐ کے نکرتے تھے اور نہ کبھی اپنی رائے کو احکام شرع مین دخل دیتے تھے حضرت علیؓ سے منقول ہے لو کان الدین بالرای لکان اسفل القدم اولی من اعلاہ بالمسح ولنعم ما قیل ؎ گر باستدلال کارے دین بودے ✤ فخر رازی راز دار دین بودے۔ ابو داؤد مین لکھا ہے کان الناس علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا صلوا العتمة حرم علیهم الطعام والشراب یہہ ہی حدیث صاف دلالت کرتی ہے کہ حلت مذکورہ بعد النسخ نازل ہوئی ہے۔ اسیواسطے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے سنت کا قرآن سے منسوخ ہونا ثابت ہوتا ہے وفیه جواز نسخ السنة بالقرآن۔ احادیث صحیحہ اور اقوال صحابہ کی ہوتے ہوئے حاشیہ مین اسقدر سینہ زوری اور تعصب سے انکار نسخ نہین تو اور کیا ہی۔ خدا ایسی سمجھ کسی کو نہ دے آمین ثم آمین۔

(نمبر ۲۴ صفحہ ۳۰) **قوله فی ایام معدودات هی ثلاثة ایام منی فی الحج اقول** اسکی غلط ہونے مین کسکو شک ہی۔ تمام تفسیرون مین لکھا ہے کہ ایام معدودات چہار یوم ہے دس تاریخ سے تیران تک وهی اربعة ایام یوم النحر وثلاثة ایام بعدہ جیسا کہ بدلالت جماهیر السلف تفسیر کبیر مین لکھا ہی فعلمنا ان الایام المعدودات هی ایام التشریق اسکی ثبوت مین ایک حدیث بہی لکہی ہے اور اسکی آگے لکھا ہی وهذہ

الایام الثلاثۃ مع یوم النحر کلھا ایام النحر وایام رمی الجمار فی ھذہ الایام الاربعۃ
اس سے معلوم ہوا کہ ایام معدودات چہار یوم ہین دسوین اور تین روز بعد اسکے جنکو ایام
تشریق بہی بولتے ہین ایسی مخالفت پر آپکی تفسیر کب مقبول ہو سکتی ہے۔ ایسی اردی تفسیر
اگر آپ نہ لکہتے تو تمام جہان مین بدنامی کیون ہوتی اور علماء کرام اسکے رد مین فتوے
کیون دیتے ؎ تا مرد سخن نگفتہ باشد ✤ عیب و ہنرش نہفتہ باشد۔ (نمبر ۳ صفحہ ۲۱)

قولہ فان خرجن بانفسھن الخ الی ان قال فلیس علی ورثۃ المیت اثم الخ **اقول**
جمہور صحابہ اور اکثر ائمہ سلف کا قول ہے کہ یہہ حکم منسوخ ہے ناسخ اس حکم کا آیت
یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا ہے لیکن آپکی تفسیر سے اسکا نسخ ثابت نہیں
ہوتا۔ پس اصحاب اور اہل حدیث کی مخالفت آپکے ہی حصہ مین آئی ہو آپکو سلامت رہے
؎ چون نداری کمال و فضل آن بہ ✤ کہ زبان در دہان نگہداری۔ (نمبر ۲ صفحہ ۲۳)

قولہ وسع کرسیہ السموات ای علمہ وحکومتہ **اقول** تمام اہل حدیث
کا مذہب ہے کہ خدا کی کرسی ایک شی موجود و مخلوق کا نام ہو۔ علم اور حکومت
جو ایک ذہنی امر غیر موجود فی الخارج ہے اسکو کرسی نہین کہتے۔ حدیث مین آیا ہے
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ ما السموات
السبع عند الکرسی الا کحلقۃ ملقاۃ بارض فلاۃ وان فضل العرش
علی الکرسی کفضل الفلاۃ علی تلک الحلقۃ۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
قسم کہا کر فرمایا کہ ساتون آسمان کرسی کے نزدیک ایسے ہین کہ جیسے انگوٹہی وغیرہ
زمین صاف پر ہو۔ اور عرش رب العالمین کی فضیلت کرسی پر ایسی ہے جیسے زمین
کی اس انگوٹہی پر۔ اس حدیث کو حاکم اور ابن جریر اور ابن مردویہ اور بیہقی نے
روائیت کیا اور کہا کہ یہہ حدیث صحیح ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہین کہ
کرسی موضع قدم رب العلمین کا نام ہے۔ پس آپکی تفسیر تفسیر نبوی اور تفسیر صحابہ

کے برخلاف ہی - اور معتزلہ جہمیہ نیچریہ وغیرہ فرق ضالہ کی موافق و مطابق ہے -
المرء مع من احب - (نمبر ۲ صفحہ ۲۹) **قولہ** فصرھن املھن ای اجعلھا مائلۃ الیک
بحیث اذا ترکتھا تمیل الیک یا **قول** آپکی اس تقریر سے حضرت ابراہیم عم کا معجزہ
اور کیفیت احیاء موتی اور اطمینان قلبی حضرت ابراہیم عم کا ثابت نہین ہوتا اس تفسیر
مین نیچری وغیرہ گمراہ فرقہ اسی پیشقدمی اور سبقت لیگئے ہین - آپنے صرف انکی کاسہ
لیسی کی ہی اور بس - گمراہ لوگ کہتے ہین کہ حضرت ابراہیم عم نے ان جانورون کا قیمہ نہین
کیا البتہ اپنی طرف انکو ہلایا اور رکہہ چہوڑا تہا - بدنصیبون سی پوچہنا چاہئے کہ اس صورت پر
صریح نص کی مخالفت لازم آتی ہی اور جواب و سوال مین مطابقت نہین ہوتی امام
بخاری نے لکہا ہے صرھن قطعھن یعنی صرہن کے معنے قیمہ کرا ونکو ہی - اور جس لغت
مین صرھن کے معنے ہلانا لکہا ہے اوس مین ٹکرے ٹکرے کرنا بہی لکہا ہی - گویا
ایک ہی لفظ کے دو معنے ہوے اسیواسطے جلالین مین لکہا ہی صرھن املھن وقطعھن
ان تمام باتون کو چہوڑکر اگر آپ لفظ جزء کی طرف توجہ کرین تو فطرت رہنمائی کریگی
کہ جزء سے مراد ہر واحد کی جزء ہے نہ مجموع من حیث المجموع کی لکونہ متبادرا الی الفہم والتبادر
علامۃ الحقیقۃ امام رازی نے بہی تفسیر کبیر مین بڑے زور سے لکہا ہے کہ جانورون کو
قیمہ کیا گیا - اللہ تعالی نے اپنے خلیل کی دلجوئی اور اطمینان قلبی کے لئے مردہ جانورون
کو زندہ کیا - اور یہہ کہنا کہ امام رازی نے ابو مسلم منکر ذبح طیور کے استدلالات کا جواب
نہین دیا اور خود بہی معتقد تھا کہ کوئی ٹکرے نہین ہوکر - غلط اور افترا ہے - دیکہئے مین پوری عبارت
تفسیر کبیر کی نقل کرکے بتادیتا ہون کہ امام نے ابو مسلم کے قول کا بڑے زور سے رد کیا
اور ثابت کیا کہ جانور ذبح ہوئے تہے اور پہر اللہ کے حکم سے زندہ ہوئے واحتج القائلون
بالقول المشہور لوجوہ الاول ان کل المفسرین الذین کانوا قبل ابی مسلم اجمعوا
علی انہ حصل ذبح تلک الطیور وتقطیع اجزائھا فیکون انکار ذالک انکار الاجماع

والثانی ان ماذکرہ غیر مختص بابراھیم علیہ السلام فلا یکون لہ فیہ
مزیۃ علی الغیر والثالث ان ابراھیم اراد ان یرہ اللہ کیف یحیی الموتی فظاھر
الایۃ یدل علی انہ اجیب الی ذلک وعلی قول ابی مسلم لا یحصل الاجابۃ
والرابع ان قولہ ثم اجعل علی کل جبل منھن جزءًا یدل علی ان تلک الطیور
جعلت جزءًا جزءًا قال ابو مسلم فی الجواب عن ھذا الوجہ انہ اضاف الجزء
الی الاربعۃ فیجب ان یکو المراد بالجزء ھو الواحد من تلک الاربعۃ و
الجواب ان ما ذکرتہ وان کان محتملًا الا ان حمل الجزء علی ما ذکرناہ اظھر
والتقدیر فاجعل علی کل جبل من کل واحد منھن جزءًا او بعضًا الخ
یہہ عبارت تو صاف دلالت کرتی ہے کہ امام ذبح طیور کا معتقد تہا کیونکہ اول ابو مسلم کا قول
مع اوسکے دلائل کے لکہنا اور بحث کے اخیر پر مشہور قول کی تائید کرنی اور ابو مسلم کو منکر اجماع
کہنا اور ساتہہ ہی یہہ بہی لکہنا کہ ظاہر آیت کا اسیر دال ہے کہ اونکے ٹکرے ٹکرے کئے گئے ان تمام
وجوہات سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کا ہرگز یہہ خیال نہ تہا کہ جانور ذبح نہیں ہوئے ہمارے
ہمعصر مفسر امرتسری نے امام مذکور کو معتزلی بنانیکی بڑی کوشش کی لیکن الحمد للہ کہ وہ اس پر
بہی ناکام یاب رہا اس تقریر سے یہہ بہی معلوم ہوا کہ امام نے ابو مسلم کو اجماع شرعی کا منکر
قرار دیا ہے دوسرا یہہ کہ مشہور اجگہ خلاف تحقیق پر نہیں بولا گیا اور نہ یہ کوئی مسلم مسئلہ معقولیوں
کا ہے کہ ہر جگہ مشہور خلاف تحقیق کے آتا ہے ورنہ کسی کتاب کا حوالہ دیا ہوتا فانخسف ما قلت
فی الکلام المبین۔ تفسیر کبیر کے سمجہنے کی اگر لیاقت نہ تہی تو تفسیر حقانی اردو ہی دیکہہ لی ہوتی
اسمیں مولوی عبد الحق صاحب دہلوی نے لکہا ہے۔ خدا نے فرمایا تو چار پرند جانور لیکر چند
روز انکو اپنے پاس رکہہ پہر سب کا قیمہ کر کے تہوڑا تہوڑا پہاڑ کی مختلف چوٹیوں ٹیلوں
پر رکہہ دے اور پہر ایک کو بلا۔ تیرے پاس دوڑ کر چلا آویگا چنانچہ حضرت ابراہیم ع نے مور
کبوتر۔ اور مرغ۔ اور کوا لیا۔ اور اسیطرح سے کیا۔ پہر جسکو پکارا اوس کے اجزا مجتمع ہو کر

زندہ ہوا اور ابراہیم عہ کے پاس دوڑتا ہوا چلا آیا۔ افسوس کا مقام ہے کہ تفسیر عربی مین تو
اپنی جو کچہہ دست اندازی اور تحریف کی تہی سو وہ بجز عربی دانون کے اور کسیکو معلوم نہ تہی لیکن
رسالہ ترک اسلام بر ترک اسلام اردو مین جو کچہ اپنی زہر اگلا ہے اوسکا اثر ہر اردو خوان پر بہی
پڑیگا یا نہ تبلاؤ کہ خدا کو کیا جواب دوگے یا ایہا الذین امنوا قوا انفسکم واہلیکم نارا وقودھا
الناس والحجارۃ (نمبر ۲ صفحہ ۱۵) **قولہ** والا فالنسخ الاصطلاحی لا یکون الا فی الانشاءات

اقول اُنکی تقریر کا لب لباب یہہ ہے کہ آیت ان تبدوا ما فی انفسکم منسوخ نہین۔ مین کہتا
ہون کہ یہہ صریح حدیث کا انکار ہے۔ صحیح مسلم اور مسند امام احمد مین حضرت ابو ہریرہ اور ابن
عباس سے روایت ہے کہ جب یہہ آیت نازل ہوئی۔ صحابہ کرام کو سخت غم ہو پہنچا۔ اور حضرت
کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم تو ہلاک ہوگئے۔ کیونکہ ہم لوگون کے دل ہمارے اختیار
مین نہین۔ کئی قسم کے خطرات و وسواس دل مین پیدا ہو جاتے ہین اب اگر ہمارا حساب ہو تو
فرمائے کہ پہر ہم لوگونکا ٹہکانا کہان ہوگا چونکہ آپ رحمۃ للعالمین تہے سنتے ہی ارشاد فرمایا کہ قولوا سمعنا
واطعنا فقالوھا فنزلت امن الرسول الخ فنسختہا وتجاوز لھم عن حدیث النفس۔
تفسیر کبیر مین اسکے بعد اور یہی الفاظ حدیث کے آئے ہین فنسخت ھذہ الایۃ فقال النبی صلعم
ان اللہ تجاوز عن امتی ما حدثت بہ انفسہم ما لم یعملوا او یتکلموا بہ۔ خلاصہ کلام یہہ ہے
کہ دلکے خیالات اور وساوس کو اللہ تعالی نے معاف فرما کر حکم آیت ان تبدوا کو منسوخ کیا۔
حضرت علیؓ جو شہر علم کے دروازہ تہے اور حضرت ابن عباس جو رئیس المفسرین اور حبر امت تہے اور کعب
احبار و ابن مسعود وغیرہ جو اصحابہ مین سے جلیل القدر تہے سب کا یہی مسلک تہا کہ یہ آیت
منسوخ ہے۔ رہا یہہ اعتراض کہ نسخ انشا مین ہوتا ہے نہ خبر مین اور آیت ان تبدوا خبر ہے۔ جواب اسکا
یہہ ہے کہ وہ خبر جو حکماً انشا ہو اسمین بہی نسخ جائز ہے۔ دیکہو حاشیہ صحیح بخاری وما تعلق من الاخبار
بالامر والنہی فالنسخ فیہ جائز۔ چونکہ اپکا دل نیچریون کی طرح نسخ سے گہبراتا ہے۔ اسیواسطے تبدوا
کے معنے تفعلوا سے کرتے ہین اب کہیے کہ اپکی تفسیر نص قرآنی اور حدیث نبوی اور اقوال اصحابہ کے برخلاف

ہوئی یا نہین - علماء نے جو تفسیر کے مردود ہونے پر فتوی دیا درست ہی یا غلط - میری ناقص عقل مین آپکی تفسیر اگر صحیح اور مطابق ائمہ سلف ہی تو پہر دنیا مین کوئی تفسیر غلط نہین ہو سکتی - گمراہ اور اہل بدعت نی جو تفسیرین لکہی ہین وہ بہی صحیح کہنی چاہیئے - اونکی تفسیرون مین اور آپکی تفسیر مین کچہ فرق نہین وہ بہی تفسیر نبوی کا اتباع نہین کرتے - آپنی بہی آنکی تقلید سی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہین کیا - (نمبر ۲۶ صفحہ ۴۳) **قولہ** والراسخون فی العلم مبتدء - **اقول** اس کلمہ کو مبتدا بنانیسے آپکی تفسیر کا اکثر حصہ ردی ہوجاتا ہے - تحریر پڑہنیوالا بہی خیال کرسکتا ہے کہ اس تقریر پر آیات متشابہات اور حروف مقطعات وغیرہ کی معنے آپنے کیون لکہے - اللہ پر سپرد کرنے چاہئے تہے کما ہو مذہب الراسخین فی العلم اگر وہ معانی صحیح ہین تو اس فقرہ کو مبتدا بنانا غلط ہوتا ہے آپنے رسالہ آیات متشابہات مین اسکا جواب ضعیف پیرایہ مین دیا ہے کہ اسکو مبتدا اسلئے بنایا ہے کہ آیات متشابہات کی معنے امور تشتبہ علی بعض الناس لبعدہا عن المشاہدۃ کاحوال البرزخ والحشر والنشر والحساب یوم القیامۃ کی ہین - مین کہتا ہون کہ یہہ تو من قبیل بناء الفاسد علی الفاسد سی ہی اہل حدیث ان معنی کو کب تسلیم کرتے ہین - فتح البیان مین لکہا ہی والاولی ان یقال ان المحکم ہو الواضح المعنی الظاہر الدلالۃ باعتبار نفسہ او باعتبار غیرہ والمتشابہ ما لا یتضح معناہ اولا یظہر دلالتہ باعتبار نفسہ ولا باعتبار غیرہ یعنی آیت متشابہ وہ ہی جسکے معنے ظاہر نہ ہون یا دلالت اوسکی اپنی معنے پر ظاہر نہ ہو اسی معنی کو تمام اہل حدیث نی پسند کیا اور ترجیح دی ہے دیکہو تفسیر اتقان - علاوہ برین اس آیت کا سیاق وسباق بہی آپکی قول کی تردید کرتا ہے - کیونکہ یہہ معنے تو علاوہ راسخین فی العلم کی عامہ مسلمان بہی جانتی ہین کہ حساب ہوگا قیامت ہوگی سوال منکر نکیر وغیرہ وغیرہ سب ہوگا اسپر توقف کی کیا ضرورت اور راسخون فی العلم کو مبتدا بنانا چہ معنی دارد اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہہ فرمانا کہ جو لوگ متشابہات کی درپے ہوتے ہین اونسی بچو اسکی کیا وجہ - (نمبر ۳۰ صفحہ ۵۶) **قولہ** قالت ہو من عند اللہ کانت علیہا السلام تنسب ما کان عندہا الی اللہ **اقول** آپکی غرض یہہ ہی کہ مریمؑ پر غیر موسم کا

میوہ نہین آتا تہا پس کوئی معجزہ نہوا۔ البتہ حضرت ذکریا علیہ السلام نے جب مریمؑ سے سوال
کیا تو مریم نے فرمایا کہ خدا کی طرف سے آیا ہے یہہ اونکی عادت تہی کہ جب اونسے کوئی سوال کرتا تو یونہی
ہی فرمایا کرتی تہین۔ اسمین کوئی خرق عادت بات نہین پائی جاتی اسی کے موافق ڈپٹی نذیر
احمد دہلوی نیچری نے اپنے ترجمۃ القرآن مین لکہا ہے اگر معجزہ اور خلاف قانون قدرت نہیں
تہا تو حضرت ذکریاؑ نے خدا سے اپنے لیئے بیوقت اولاد کیونکر مانگی ھنالک دعا ذکریا ربہ جمہور
مفسرین اہل سنت کا قول ہے کہ یہ رزق مریمؑ غیب سے غیر موسمی آتا تہا اصحابہ رضی اللہ عنہم کا بہی
یہہ ہی قول ہے در منثور مین آثار صحابہ بکثرت موجود ہین کہ بہشتی میوہ آتا تہا۔ در منثور کی
حدیث جسکو حضرت فاطمہ سے آپنے جوابات اربعین مین نقل کیا ہے اُس سے بہی معجزہ ثابت ہوتا ہے
پس یہ حدیث اہل سنت کی موافق ہے نہ مخالف البتہ آپکے مخالف ہے کیونکہ الفاظ حدیث کی دلالت
کرتے ہین کہ معجزہ تہا جیسے ہم آیت زیر بحث مین معجزہ مانتے ہین ویسا ہی حدیث مین بہی معجزہ تسلیم کرتے ہین
معجزہ تسلیم کرتے ہین بخلاف آپکے کہ آپ دونو معجزون کے منکر ہین۔ امام رازی نے تفسیر کبیر
مین اس معجزہ پر پانچ وجہ سے استدلال کیا ہے اور کہا کہ یہہ معجزہ ضرور ہوا ہے کما قال اما ان
یکون خارقا للعادۃ اولا یکون فان قلنا انہ غیر خارق للعادۃ فہو باطل من جستہ
اوجہ الخ سلف صالحین کی مخالفت اور سید احمد نیچری کی تقلید مذموم سے یہہ خرابی پیش
آئی کہ آپ مسلمہ معجزات سے منکر ہورہے ہین من یھد اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ
فلا ھادی لہ (نمبر ۱۲ صفحہ ۱۰) **قولہ** مکر و مکر اللہ اخفی امرہ فی حفاظتہ **اقول**
مکر بمعنے اخفاء امر جمہور مفسرین اہل سنت کے برخلاف ہے علماء متقدمین و متاخرین
کسی نے آجتک خدا کو مکار نہین کہا لیکن آپنے بغیر سوچے سمجھے اسکے موافق ترجمہ اسلام
مین لکہدیا کہ خدا کو مکار کہنا صحیح ہے نعوذ باللہ من ذالک اتنا بہی غور نکیا کہ خدا کی
تمام نام توقیفی ہین قیاسی نہیں۔ مخالفون کا اعتراض اس سے رفع نہین ہو سکتا
جمہور مفسرین کی تقریر سے اوٹہہ سکتا ہے یعنے خدا کی طرف نسبت مکر کی صرف مقابلۃً

ہے وحقیقۃ المکر فی العمل حیلۃ یجلب بہا غیرہ الی مضرۃ ولا یسند الی اللہ تعالیٰ الا علی سبیل المقابلۃ (نمبر ۳ صفحہ ۶) **قولہ** وبثلثۃ الاف فی غزوۃ احد **اقول** آپکا مطلب یہہ ہے کہ جنگ احد مین تین ہزار فرشتے مسلمانون کی امداد کو لئے نازل ہوئے تھے محققین لکھتے ہین کہ جنگ احد مین اصحابہ کی امداد کو لئے ملائکہ نازل نہین ہوئے۔ کیونکہ اصحابہ سے اس غزوہ مین صبر نہین ہو سکا۔ البتہ غزوہ بدر مین ملائکہ نازل ہوئے تھے وقالوا لم یحصل الامداد یوم احد لا بخمسۃ الاف ولا بثلثۃ لان المسلمین لم یصبروا بل فروا (جامع البیان) تفسیر کبیر مین ایسا ہی لکہا ہے والجواب عنہ من وجہین الاول ان انزال خمسۃ الاف من الملائکۃ کان مشروطاً بشرط ان یصبروا ویتقوا فی المغانم ثم انہم لم یصبروا ولم یتقوا فی المغانم بل خالفوا امر الرسول صلعم فلما فات الشرط لاجرم فات المشروط الخ (نمبر ۳ صفحہ ۷) **قولہ** انی ھذا ای من این ھذا۔ **اقول** اس موقع پر کلمہ استفہام مکان اور زمان کی لیئے نہین آیا۔ بلکہ سوال عن الحال بر سبیل تعجب کے لیے وارد ہوا ہے۔ جامع البیان کے حاشیہ مین لکہا ہے ای کیف اصابنا ھذا الکسر والقتل ونحن نقاتل اعداء اللہ فانی سوال عن الحال علی سبیل التعجب ولا ینا سب ان یکون انی بمعنی این و متی لان الاستفہام لم یقع ھہنا من المکان والزمان ایسی ہمل تفسیر پڑہنے سے نہ لیاقت پیدا ہوتی ہے اور نہ کسی مدارس عربی کے نصاب تعلیم مین داخل ہونیکو قابل ہے اس پر بہی مفسر امرتسری صاحب جامہ مین پہولے نہین سماتے کہین تو اپنے آپکو فاضل لکہتے ہین اور کہین مفسر وغیرہ (نمبر ۴ صفحہ ۷) **قولہ** بقربان تاکلہ النار ای یحرقہا الکاھن بالنار اسکی حاشیہ مین لکہا ہے والعجب من قید النار بالسماوی لیت شعری من این اخذ ھذا القید **اقول** آپکا مدعا یہہ ہے کہ آسمانی آگ کا قربانی کو جلانا جسکو تمام مفسرین اہل سنت نے مانا ہے ثابت نہین۔ بلکہ مطلب یہہ ہے کہ کاہن دنیا کی آگ سے جلا وے۔ تمام مفسرین

اہل سنت واہل حدیث کے برخلاف ہے۔ اس آیت مین اگر آگ آسمانی کا ذکر نہین تو کاہن کی آتش کا ذکر کہان ہے۔ سید احمد نیچری نے توراۃ وغیرہ کے حوالے سے انہین معنے کو پسند کیا ہو۔ اور آپنے اونکی خوشہ چینی کی ہے۔ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو توراۃ پڑھتے دیکھا۔ آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا والذی نفسی محمد بیدہ لو بدالکم موسی فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان موسی حیا وادرک نبوتی لاتبعنی رواہ الدارمی۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسقدر غصہ ہونا دلالت کرتا ہے کہ کتب سابقہ سے مسائل مین استنباط کرنا اور انکے روسے قرآن شریف غیر مبدل وغیر محرف کی تفسیر کرنی جائز نہین۔ اما اس زمانہ پرفتن مین آپ جیسے اہل حدیث اور نیچر جیسے مخرب دین پیدا ہوئے ہین کہ کتب محرفہ سے قرآن مجید جسکی شان مین یہ آیت نازل ہوئی لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تفسیر کرتے اور لوگون کو گمراہ کرتے ہین۔ اور امور غیر عادی کو محال عقلی اور غیر ممکن الوقوع سمجھتے ہین اور اللہ کی قدرت کاملہ کو محدود خیال کرتے ہین۔ چنانچہ آپکی تحریر رسالہ ترک اسلام کے اصول موضوعہ مین ان جن چیزون مین مصنوعی تعلق ہے اونکا انفصال ممکن ہے۔ اور قدرتی تعلق کا انفصال ممکن نہین) صاف تبلا رہی ہے کہ مفسر امرتسری صاحب دمن یحذو حذوہ امور غیر عادی اور خرق عادت کے منکر ہین اس سے نتیجہ یہہ پیدا ہوا کہ آپ معجزہ شق القمر وغیرہ کے منکر ہین جیسے تمام معجزات کا انکار کفر ہے ویسے ہی ایک کا منکر بھی کافر ہے آپکا اصول موضوعہ اگر تسلیم کیا جائے تو تمام معجزات کا انکار کرنا پڑتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نار کی حرارت ذاتیہ جب فرو ہوگئی اور آپ نہ جلے تو تبلائے کہ حرارت کا قدرتی تعلق ذات نار سے منفصل ہوا یا نہ۔ قلنا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراہیم۔ آپنے ترک اسلام مین جو کچھہ اس آیت کی تحریف معنوی کی ہے اوسکی جوابدہی بھی قیامت کے دن نہ ہو سکیگی ہوگی اسی طرح معجزہ شق القمر کو لیجئے کہ ایک جزو قمر کا قدرتی انصال دوسرے سے انشقاق کے وقت منفصل

ہوا یا نہ۔ غرض اگر آپکا اصول جدیدہ مخترعہ کو صحیح مانا جائے تو معجزات سے کہ جسپر دار مدار ایمان کا ہے انکار لازم آتا ہے اور اگر معجزات کو تسلیم کیا جائے تو آپکا اصول غلط ہوا جاتا ہے ایسا ہی آیت فمانحن فیہما مین قیاس کر لیجئے۔ کہ بیضاوی اور رازی جیسے معقولی و فلسفی نے بہی اس معجزہ کو تسلیم کیا ہے اور کاہن کی آگ سے کسی نے مراد نہین رکہی۔ تفسیر بیضاوی مین لکہا ہے بان لا نومن لرسول حتی یاتینا بھذہ المعجزۃ الخاصۃ کانت لانبیاء بنی اسرائیل وھوان یقرب بقربان فیقوم النبی فیدعو فتنزل نار سماویۃ فتاکلہ الخ اسی کو موافق تمام مفسرین اہل سنت نے بہی لکہا ہے کہ آسمانی آگ کا اوترکر قربانی کو کہا جانیکا جناب نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزہ و نشان طلب کرتے تہے۔ اونکی غرض یہہ نہ تہی کہ اگر کاہن دنیوی آگ سے قربانی کو جلادے تو ہم ایمان لاوینگے۔ کیونکہ یہہ تو معجزہ اور خرق عادت ہی نہین۔ امام رازی نے تفسیر کبیر مین اس آیت کی تفسیر مین نزول نار سماوی کا اعتراف کیا ہے ایک جگہ ابن عباسؓ کی روایت سے لکہا ہے حتی یاتینا بقربان تاکلہ النار ویکون لہا دوی خفیف تنزل من السماء دوسری جگہ لکہا ہے وثانیہا ان نزول ھذہ النار واکلہا القربان معجزۃ فکانت ھی وسائر المعجزات علی السواء الخ اس حدیث سے اور تو جو کچہہ معلوم ہو رہا ہے سو ظاہر ہے لیکن سب سے بڑہکر یہہ ہے کہ اسمین آسمانی آگ کے اوترنیکا ذکر ہے۔ کیون جی مفسر صاحب اب تو معلوم ہوا یا نہین کہ یہہ معجزہ ہے آسمانی آگ کا اوترنا اور حدیث صحیح سے بہی ثابت ہے۔ غزا نبی من الانبیاء حتی فتح اللہ علیہ فجمع الغنائم فجاءت یعنی النار لتاکلہا فلم تطعمہا فقال ان فیکم غلولا فلیبایعنی من کل قبیلۃ رجل فلزقت ید رجل بیدہ فقال فیکم الغلول فجاءوا براس مثل راس بقرۃ من الذھب فوضعہا فجاءت النار فاکلتھا رواہ الشیخان۔ دوسری حدیث مین یون آیا ہے۔ ان الغنیمۃ لا تحل لاحد قبلکم کان النبی واصحابہ اذا غنموا جمعوھا ونزلت نار من السماء فاھلکتھا۔ پس جب آسمانی آگ کا اوترنا قرآن شریف اور حدیث نبوی اور اقوال صحابہ سے ثابت ہے تو آپکا انکار اور

ٹائین ٹائین کون سنتا ہے - فلم نیکوہ الا غبی او غوی ٥ وکم من عائب قولاً صحیحاً وافتہ من الفہم السقیم - اوریہہ کہنا کہ حدیث مین مال غلیمت کو کہانیکا ذکر ہے - قربانی کو کہانیکا ذکر نہیں علیہ ہے کیونکہ حدیث سونا رآسمانی کا نزول اور اسکا اسکان ثابت ہوتا ہے قربانی اور غنیمت کے کہانے مین کیا فرق ہے ورنہ آپ ہی کوئی حدیث صحیح یا کسی اصحابی کا قول نار کاہن کے ثبوت مین لکھتے ود ونہ خرط القتاد (نمبر ۴ صفحہ ۷) **قولہ** ورابطوا بینکم بالمودۃ والمحبۃ **اقول** آپکا مطلب یہہ ہے کہ رابطو کے معنی دوستی اور محبت سے رابطہ رکہو حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفسیر کے برخلاف ہے قال علیہ السلام الا اخبرکم بما یمحو اللّٰہ بہ الخطایا ویرفع بہ الدرجات اسباغ الوضوء علی المکارہ وکثرۃ الخطا الی المساجد وانتظار الصلوۃ بعد الوضوء فذلکم الرباط فذلکم الرباط (صحیح مسلم اور نسائی) حضرت ابن عباس بہی فرماتے ہین کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی انتظار کا نام رباط ہے پس آپکی تفسیر تفسیر نبوی اور تفسیر صحابہ وجمہور مفسرین اہل سنت کی برخلاف ہے - (نمبر ۴ صفحہ ۷) **قولہ** وخلق منہا ای من جنسہا زوجہا حوا - **اقول**

ع بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش + من انداز قدت را می شناسم - حضرت حوا کی پیدائش چونکہ ایک نرالی قسم کی تہی کہ جسمین معجزہ اور خرق عادت پایا جاتا تہا - اوران دنون مین آپکی طبیعت ایسی عجائبات کے ماننے سے ذرا متنفر ہے تو آیت کے ایسے معنے کئے کہ جس سے خلاف قانون قدرت ثابت ہی نہو - لیکن توریت کا تاریخی واقعہ - اور جمہور اہل سنت کے مسلمات خصوصاً احادیث صحیحہ کو کیا کیجیگا - حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مائی حوا آدم علیہ السلام کی بائین پسلی سے پیدا ہوئی ہے - تفسیر حقانی مین مفسر دہلوی نے لکہا ہے اور جب اونکو تنہائی سے وحشت ہوئی تو اونکی بائین پسلی سے اونکی بیوی حوا کو اونکے سوتے وقت بنا کر بہا دیا - ایسا ہی ہمارے دوست کرم جناب مرزا حیرت صاحب دہلوی نے ترجمہ قرآن مین لکہا ہے - وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا حَوَّآءَ مِنْ ضِلَعٍ مِّنْ اَضْلَاعِهَا (جامع البیان) (تفسیر کبیر

کبیر کی ایک روایت بہی اسکی موید ہے - (نمبر ۲ صفحہ ۷) **قولہ** لیس لہ اصل ولا من الوالدین
او الولد الخ **اقول** - آپکے نزدیک کلالہ اوس میت کو کہتے ہین کہ جسکے والدین اور اولاد
نہ ہو حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اصحابؓ اور ائمہ اربعہ اور اجماع کے برخلاف ہی - حدیث
مین آیا ہے کہ کلالہ وہ میت ہے جسکا باپ اور اولاد نہ ہو - والدہ کے نفی اسکے مفہوم مین
داخل نہین اپنے والدہ کی نفی کہان سے سمجہی - اگر یہہ زیادتی کتاب اللہ پر نہین تو اور کیا
ہے - وھو المیت الذی لا ولد لہ ولا والد قال ابن کثیر وبہ یقول اہل المدینۃ والکوفۃ
والبصرۃ وھو قول الفقہاء السبعۃ والائمۃ الاربعۃ وجمہور السلف والخلف
بل جمیعہم وقد حکی الاجماع غیر واحد وورد فیہ حدیث مرفوع (فتح البیان)
(نمبر ۳۸ صفحہ ۱۰) **قولہ** ان تجتنبوا کبائر الخ فما نہی عنہ الشرع فہو کبیر لقولہ تعالی
وما نہیکم عنہ فانتہوا - **اقول** آپکے نزدیک گناہ کبیرہ وہ ہے جس سے شریعت نے منع
کیا ہے - مین کہتا ہون کہ شریعت نے تو گناہ صغیرہ سے بہی منع کیا ہے - فلم یکن
التعریف مانعا عن دخول الغیر - گناہ کبیرہ کی اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ
گناہ صغیرہ کے وجود کے منکر ہین - گناہ کبیرہ کی صحیح تعریف یہہ ہے کہ جسکے کرنے پر سخت
عذاب ہو جیسے شرک اور سحر - قتل نفس بغیر حق اور یتیم کا مال کہانا وغیرہ وغیرہ کما
صرح بہ اللہ صاحب الجامع کل ذنب فیہ وعید شدید (نمبر ۳۹ صفحہ ۱۸) **قولہ**
والذین عقدت ایمانکم انعقدت العہود بینکم ای الزوج والزوجۃ **اقول** اس
آیت مین عقد زوجیت مراد لینے سے بجز انکار نسخ آپکو اور کیا فائدہ ہے لیکن تفسیر و حدیث
سے واقف کبہی بہی اسجگہ عقد زوجیت مراد نہ کہیگا - تمام تفاسیر اہل سنت ناطق ہین
کہ یہہ عقد مواخات اور حلیف بننیکا مراد ہے جو ابتدا اسلام مین ہوتا تہا - بعد مین اللہ تعالی
نے منسوخ کیا - بخاری مین ابن عباس سے منقول ہے وکان یرث المہاجری الا
نصار دون ذوی رحمہ بالاخوۃ التی آخی بینہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

قولہ وندخلہم ظلا ظلیلا (نمبر۸ صفحہ ۸۵) فلما نزلت ولکل جعلنا موالی سنحت الخ
ظلا ظلیلا ای نعاء دائمۃ لقولہ تعالی لا یرون فیہا شمسا ولا زمہریرا
لان الظل المعروف موقوف علی الشمس واذ لا فلا فالظل کنایۃ عن
النعاء فافہم۔ **اقول** مفسر امرتسری صاحب فرماتے ہین کہ بہشتون مین سایہ
نہ ہوگا کیونکہ وہان سورج ہی نہ ہوگا تو سایہ کہان سے ہوگا۔ ہم انی طور پر ثابت کرتے
ہین کہ بہشتون مین بموجب فرمائے حضرت صلعم کے سایہ ضرور ہوگا۔ تو سورج بہی
ضرور ہوگا یہہ ہم نہین کہتے کہ یہہ ہی آفتاب وہان ہوگا۔ ہم اس کا اقرار کرتے ہین
کہ ضرور ہوگا چاہے یہ ہو یا نیا بنا کر لگایا جائے۔ منطقیون کی اصطلاح مین معلول
سے علت کی طرف انتقال کرنا اور علم بالمعلول سے علم بالعلت حاصل ہونیکو دلیل
انی کہتے ہین۔ جیسا علم بالدخان سے علم بالنار حاصل ہوتا ہے۔ رسول کریم
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق بہشت مین ایک درخت ہے کہ اُسکے سایہ
مین سو سال تک اسوار چلے گا تب بہی اوسکا سایہ ختم نہ ہوگا پہر فرمایا آپنے پڑہو
آیت وظل ممدود۔ یہہ حدیث اور آیت صاف کہہ رہی ہے کہ بہشتون مین سایہ
ہوگا۔ اہل حدیث کا مذہب ہے کہ جب نص قرآنی اور حدیث نبوی اور اجماع امت کسی
مسئلہ مین پایا جائے اور دوسری آیت کا ظاہری لفظ اوسکے مخالف ہو تو اس آیت
کی تاویل اور صرف عن الظاہر کرنا چاہئے۔ بموجب اس مسئلہ اصول کی ضروری ہے
کہ ہم آیت لا یرون فیہا شمسا ولا زمہریرا کہ جس سے آپنے تمسک پکڑا ہے کچہہ
تاویل کرین تاکہ ایک آیت دوسری آیت کے مخالف نہ ہے فرمایا اللہ الذی نزل
احسن الحدیث کتابا متشابہا پس آیت لا یرون فیہا شمسا ولا زمہریرا کہ یہہ
معنے ہوئے کہ بہشتیون کو نہ زیادہ حرارت محسوس ہوگی اور نہ زیادہ برودت محاورہ
عرب مین جیسا شمس کا اطلاق جرم شمس پر ہوتا ہے ویسا ہی اسکی حرارت پر ہوتا ہے لا حر فیہا ولا برد مولہ

ھواء معتدل (جامع البیان) آیت قرآنی اور حدیث نبوی ؐ اور اجماع امت کے ہوتے ہوئے بغیر قرینہ صارفہ عن المعنی الحقیقی کے تاویل کی جائے تو وہ تحریف ہوتی ہے خصوصاً جبکہ قرائن مانعہ عن التاویل بھی موجود ہوں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ تاویل کرنیوالا اگر حدیث کو صحیح الثبوت و مسلم المراد سمجھکر تاویل کرتا ہے تو الزام تحریف سے ہرگز بری نہیں ہو سکتا۔ صحیح الثبوت و مسلم المراد کے یہہ معنے کہ یہہ حدیث حضرت صلعم کا قول غیر منسوخ ہے اور حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مراد بھی وہی معنے ہے جسکو اسکی اول نے ترک کیا ہے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے سیف چشتیائی میں بڑی وضاحت سے اس مسئلہ کو لکھا ہے۔ غرض مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری الزام اور لزوم تحریف سے بری نہیں ہو سکتے (نمبر ۱۳ صفحہ ۹۳) **قولہ** ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء و تفصیل مشیتہ فی قولہ فاما من ثقلت موازینہ الخ **اقول** معلوم نہیں کہ آپ سوتے ہوئے لکھہ رہے ہیں یا کوئی اور قصہ ہے۔ کہاں کی آیت اور کہاں لگا رہے ہیں ذرا ہوش کرو فاما من ثقلت میں مشیت الٰہی کا ذکر کہاں ہے۔ اسمیں تو یہہ ہے کہ جسکا ترازو قیامت کے دن بھاری ہوگا وہی عیش اور مزے میں ہوگا۔ اس میں اللہ جل جلالہ نے اپنا عدل بیان فرمایا ہے اور آیت ویغفر ما دون میں صفت مشیت اور رحیمی کا ذکر ہے فاین ھذا من ذلک فافہم ولا تکن من الغافلین۔ (نمبر ۱۴ صفحہ ۹۴) **قولہ** فلیبتکن اذان الانعام ای یغیبون ما خلق اللہ الی غیرہ **اقول** اسکے حاشیہ میں آپنے لکھا ہے کہ تبکیت الاذان کنایہ ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کنایہ کے معنے ملزوم سے ارادہ لازم کا کرنا۔ اور وہ یہاں صادق نہیں آتا۔ کیونکہ تبکیت الاذان کو نسبت الی غیر اللہ لازم نہیں۔ بلکہ ظاہری معنے آیت کے یعنی شقو نہا ہی مراد ہے کفار کی رسم تھی کہ جب اونٹنی پانچ بچے جن لیتی تو اوسکے کان پھاڑ ڈالتے اور اوسپر سوار نہ ہوتے اور نام اوسکا بحیرہ رکھتے چنانچہ سورۃ مائدہ میں مفصل ذکر ہے۔ ما جعل اللہ من بحیرۃ الخ اسمیں نسبت الی غیر اللہ کو کیا تعلق (نمبر ۱۵ صفحہ ۹۹) **قولہ** لفی شک منہ ای یعتقدون

امراً خلاف الواقع اشارۃ الی ان الشک ھہنا بمعنی الخلاف لا بمعنے تساوی النسبۃ فقط
اقول کیون نہو آخر فاضل ہین - اس زمانہ سے پہلے اگر آپکا وجود دنیا مین آتا تو اسوقت
آپ ہی امام فن لغت مانے جاتے - اب تو ہم بہی مجبور ہین ؎ قلت الفضل للمتقدمین
سبحان اللہ ملکہ ہو تو ایسا ہو - شک بمعنے اعتقاد امر خلاف واقع نئی لغت یا آپکی خاص
اصطلاح ہے والا تمام مفسرین اور قرآن کا سیاق آپکی تردید کرتا ہے کیونکہ فقرہ مالھم بہ من
علم الا اتباع الظن وما قتلوہ سے سمجہا جاتا ہے کہ اونکو اذعان اور اعتقاد حضرت مسیح کی قتل
کا نہ تہا بلکہ تردد اور شک تہا پس اگر شک کے معنے اعتقاد خلاف واقع لیے جاوین تو نفی علم
کی اور وجود اسکا لازم آتا ہے کیونکہ اعتقاد اور علم واحد شی ہے - گو انکا اعتقاد خلاف واقع
کا ہو لیکن علم ضرور ہے - پس مالھم بہ من علم کیسے صحیح ہو سکتا ہے فیلزم اجتماع
النقیضین لان العلم والاعتقاد شیء واحد کما قال العلامۃ فی التہذیب العلم ان
کان اذعانا للنسبۃ فتصدیق والا فتصور - اسیواسطے تمام مفسرین نے شک کو معنی
تردد کے کہا ہین - عربی کی لیاقت نہین تو تفسیر قادری اردو ہی دیکہہ لی ہوتی - اور تحقیق جن
لوگون نے اختلاف کیا حضرت عیسی ؑ کے شان مین البتہ شک اور تردد مین تہے اوس قتل
سے - جامع البیان مین لکہا ہے لفی شک منہ تردد من قتلہ آیت غرض مالھم بہ من علم
الا اتباع الظن وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ مین لفظ علم اور یقیناً قابل غور ہے
(نمبر ۲۴ صفحہ ۱۰۷) **قولہ** ولم یتقبل من الاخر قابیل وقد اطلعا بواسطۃ آدم انہ تقبل
من احدھما ولم یتقبل من الاخر الخ **اقول** یعنے آدم ؑ کے واسطہ سی معلوم ہوا کہ
ہابیل کی قربانی قبول ہوگئی اور قابیل کی نہین ہوئی - یہہ نہین کہ آسمان سے آگ آئی
اور ایک کی قربانی کو کہا گئی اور دوسری کو چہوڑ گئی یہہ بہی تمام اہل سنت سلف و خلف
کے برخلاف ہی - سب مفسرین اہل سنت نے لکہا ہے کہ ہابیل کی قربانی کو آگ آسمانی
نے کہا لیا اور قابیل کی قربانی کو نہ کہایا حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہین عن

ناس من الصحابة قرب هابيل جزعة سمينة وقرب قابيل حزمة سنبل فوجد فيها
سنبلة عظيمة ففرکها فاکلها فنزلت النار فاکلت قربان هابيل وترکت قربان
قابيل یعنے ایک جماعت صحابہ سے روایت ہے کہ ہابیل نے ایک موٹا اور تازہ دنبہ
اور قابیل نے ایک دستہ خوشونکا قربانی کیا۔ اسمین بہی ایک خوشہ عمدہ کو ہاتہہ سے
ملکر کہالیا۔ پس آسمان سے آگ اوتری اور ہابیل کی قربانی کو کہاگئی اور قابیل کی قربانی
کو چہوڑ گگئی۔ اخرجہ ابن جریر۔ امام رازی نے بہی تفسیر کبیر مین اسکا اقرار کیا ہے چنانچہ لکہتے
ہین قیل کانت علامة القبول ان تاکله النار وهو قول اکثر المفسرين وقال
مجاهد علامة الرد ان تاکله النار والاول اولی لاتفاق اکثر المفسرين عليه
وقيل ماکان فی ذلک الوقت فقير يدفع اليه مايتقرب به الی الله تعالی فکانت النار
تنزل من السماء فتاکله الخ اس مین اپنے نیچری کی تقلید کی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ
کی تابعداری چہوڑدی اگر حضرت صلعم کا عشق اور تابعداری کا خیال ہوتا تو تفسیر صحابہ کو
تفسیر نیچری پر مقدم سمجہتے اور مراتب کا لحاظ رکہتے سے گر فرق مراتب نکنی زندیقی صحابہ
جب کسی آیت کو حضرت صلعم سے سنتے تا وقتیکہ اوسکو بخوبی سمجہہ نہ لیتے آگے نہ چلتے اور
پہر اوسپر پورا عمل کرتے۔ تفسیر ابن کثیر کے مقدمہ مین لکہا ہے کہ ابن عباس فرماتے ہین
کہ مین نے حضرت صلعم کی خدمت اقدس مین کئی دفعہ قرآن شریف من اولہ الی آخرہ سنایا
ہر مرتبہ ایک ایک آیت مین ٹہرتا اور استفسار کرتا تہا۔ بغیر سمجہے زرا بہی آگے نہ چلتا تہا
عن ابن مسعود قال کان الرجل منا اذا تعلم عشر ايات لم يجاوزهن حتی يعرف معانيهن
والعمل بهن پس تفسیر صحابہ عین تفسیر نبوی سمجہنے چاہیے۔ جیسی تفسیر نبوی حجت ہے ویسی
ہی تفسیر صحابہ بہی حجت ہے اور ایک کا منکر گویا دوسرے کا منکر ہے (نمبر ۲ صفحہ ۱۱) قوله
ما فرطنا فی الکتاب ای علم الباری اقول جیسے اس آیت مین آپنے تحریف کی ہے ویسے
ہی آیت وعنده ام الکتاب (نی لوح محفوظ) والا فی کتاب مبين وانه فی ام الکتاب

لدینا لعلی حکیم مین بہی کی ہے سب جگہ علم خدا لکہا ہے اور لوح محفوظ کا انکار کیا ہے تمام
مفسرین اہل سنت سلف و خلف مانتے ہین کہ لوح محفوظ ایک لکہی ہوئی کتاب ہے
معالم التنزیل اور تفسیر عزیزی مین حضرت ابن عباسؓ کا قول دربارہ لوح محفوظ کہ وہ تختی ہی
مشرق سے مغرب تک الخ درج ہے امام رازی نے تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ چونکہ متعدد روایات
لوح محفوظ کو وجود پر آچکی ہین لہذا بجز تسلیم و اقرار ہم چارہ نہین دیکہتے۔ در منثور مین
ابن عباسؓ سے روایت ہی عن طاؤس قال جاء رجل الی ابن عباسؓ ممن حضر موت
فقال لہ یا ابن عباس اخبرنی عن القران الکلام من کلام اللہ ام خلق من خلق
اللہ قال بل کلام من کلام اللہ اوما سمعت اللہ یقول وان احد من المشرکین
استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ فقال لہ الرجل افرأیت قولہ انا جعلنہ قرانا
عربیا قال کتبہ اللہ فی اللوح المحفوظ بالعربیۃ اما سمعت اللہ یقول بل ھو قران
مجید فی لوح محفوظ المجید ھو العزیز ای کتبہ اللہ فی اللوح المحفوظ اس سے
معلوم ہوا کہ اللہ تعالے نے قرآن شریف کو عربی زبان مین لوح محفوظ مین لکہا اگر لوح محفوظ
مراد علم خدا سے ہو جیسا کہ آپنے لکہا ہے تو ظرفیت شی کی اپنے نفس کو لئے لازم آتی ہے
کیونکہ قرآن بہی اللہ کا علم ہے تو معنے یہہ ہوئے بل ھو علم فی علم فیلزم ظرفیۃ الشی
لنفسہ وھو محال ومایلزم منہ المحال فھو ایضا محال نیچریون اور دہریون
کے قول کو چہوڑو اور اپنا ایمان بچاؤ جو قیامت کو کام آوے (نمبر ۲۴ صفحہ ۱۴۱) **قولہ**
یوم یاتی بعض ایات ربک الخ ھو یوم الموت **اقول** آپکی نزدیک اس آیت مین یوم
سے موت کا دن مراد ہے۔ یہہ بہی تفسیر نبوی کے برخلاف ہے حضرت صلعم نے
اوس دن کی تعیین یون فرمائی ہے یعنے جس روز آفتاب کا طلوع مغرب سے
ہوگا وہ دن مراد ہے۔ یہہ ایک عظیم الشان نشانی ہے قیامت کبرے کی جلدی
آنیکی جب اس نشان کا ظہور ہوگا تو دروازہ توبہ کا بند کیا جاویگا۔ صحیح بخاری

مین حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلعم لا تقوم الساعۃ
حتی تطلع الشمس من مغربہا فاذا راھا الناس امن من علیہا فذلک
حین لا تنفع نفسا ایمانہا لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانہا خیراً
دوسری حدیث مین یون بھی آیا ہے ثم قرء یوم یاتی بعض ایات ربک تفسیر
کبیر مین بھی ایسا ہی لکھا ہے واجمعوا علی ان المراد بہذہ الایات علامات القیامۃ
عن البراء بن عازب قال کنا نتذاکر امر الساعۃ الخ برائے خدا ذرا انصاف سے
فرماوین کہ آپکی تفسیر حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفسیر کے اب بھی مخالف ہے یا نہین
نہین ضرور مخالف ہے سے خلاف پیغمبر کسی راہ گزید۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید۔ بلکہ کل
امت اہل حل وعقد کے برخلاف ہے اگر موافق ہے تو سید احمد نیچری اور مرزا قادیانی
کے ہے۔ آخر الذکر نے کسی رسالہ مین لکھا ہے کہ اس آیت کی تفسیر مین طلوع آفتاب از مغرب
سے مراد شائع ہونے اسلام کا ہے ممالک مغربی مین اور وہ زمانہ یہہ ہی ہے کیونکہ میری
کتابین دور دراز ممالک مین مثل یورپ وغیرہ کی پھیل گئی ہین اور لوگ مسلمان ہوتے
جاتے ہین الخ یہہ بھی صریح حدیث کے برخلاف ہے کیونکہ حدیث مین خاص دنکا ذکر ہے
نہ زمانہ غیر متناہی کا۔ نیز جا ہے کہ بعد اسوقت دروازہ توبہ کا بند ہو پس ایسے وقت مین دیانی
کا دعوے رسالت خود اوسکی تکذیب کرتا ہے کیونکہ بعثت رسول ایسے وقت مین کہ جب
توبہ قبول ہی نہ ہو عبث اور فضول ہوتی ہے۔ غرض قرآن وحدیث کی مخالفت مین مولوی
ثناء اللہ صاحب اور مرزا قادیانی دونون مساوی ہین۔ اول الذکر نے یوم کی تعیین الیوم
الموت سے کی۔ اور موخر الذکر نے زمانہ ممتد اور غیر متناہی سے کی ہے فہما متساویان
فی مخالفۃ القران والسنۃ الصحیحۃ افسوس ان لوگون نے سماع اور نقل کو چھوڑ
کر آیات کے ایسے معنے کئے کہ آجتک کسی صحابی اور خیر القرون سے منقول نہین ہوئے
کاش امام غزالی کا فیصلہ دربارہ تفسیر بالرائے ہے اگر دیکھہ لیتے تو اچھا ہوتا دالوجہ

الثانی ان یتسارع الی تفسیر القران بظاہر العربیۃ من غیر استظہار بالسماع والنقل فیما یتعلق بغرائب القران وما فیہ من الالفاظ المبہمۃ والمبدلۃ وما فیہ من الاختصار والحذف والاضمار والتقدیم والتاخیر فمن لم یحکم ظاہر التفسیر وبادر الی استنباط المعانی بمجرد فہم العربیۃ کثر غلطہ ودخل فی زمرۃ من یفسر بالرای فالنقل والسماع لابد منہ فی ظاہر التفسیر اولا لیتقی بہ مواضع الغلط (احیاء العلوم) یعنے جو شخص تفسیر ظاہری منقول از نبی صلعم وصحابہؓ کو چھوڑتا ہے اور مجرد فہم عربیت سے معانی کا استنباط کرتا ہے اکثر غلطی مین واقع ہوتا ہے اور مفسرین بالرائے کے گروہ مین داخل ہوتا ہے پس مفسر کے لیے ضروری ہے کہ اول تفسیر ظاہری منقول کو لکھے تا کہ غلطی سے بچ جائے یہہ ہے خلاصہ امام غزالی کی تقریر کا۔ اگر ایک طرف اسیر دھیان کیا جاوے اور دوسری جانب مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر کو دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے اپنی تفسیر مین اس مسلم اصول کو چھوڑا اور اکثر جگہ تفسیر نبوی اور آثار سلفیہ کو متروک کرکے نئی چال چلے ہین (نمبر ۱۳ صفحہ ۱۴۳) قولہ والوزن ای مقدار الاعمال بای وجہ کان یومئذ الحق فمن ثقلت موازینہ ای کثرت اعمالہم الصالحۃ الخ اقول مین کہا تک آپکی عبارت کی صلاحیت کرون ؎ لن یصلح العطار ما افسد الدھر۔ یہہ تفسیر بھی تفسیر نبوی اور جمہور مفسرین اہل سنت کے برخلاف ہے۔ میزان کا ثبوت بہت حدیثون مین آیا ہے فرمایا خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان ایک حدیث مین آیا ہے ان رجلا ینشر علیہ تسعۃ وتسعون سجلا کل سجل مد البصر الخ (معالم) ان حدیثون سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن نامہ اعمال ترازو مین تولے جاوینگے یہہ تو آپ جانتے ہین کہ دنیا مین اعراض کا وجود قائم بالغیر ہوتا ہے۔ مگر قیامت کو یہہ ہی اعراض مثل صوم وصلوۃ ودیگر اعمال صالحہ جوہر بنائے جاوینگے۔ ہمارے اور

آپکے نزدیک انقلاب ماہیت زرا دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن اللہ کے نزدیک محال نہین پس
میزان مین اعمال کا تلنا محال نہین بلکہ ممکن ہے ثقلت کے معنے کثرت سے بہی جمہور مفسرین
اہل سنت کے برخلاف ہے۔ فقہ اکبر کی شرح مین ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ میزان حق ہے یعنی
ترازو مین اعمال اور نامہ اعمال کا قیامت کے دن تولا جانا حق ہے۔ قرآن وحدیث سے ثابت
ہے۔ آپکی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ میزان کو جیسے مسلمان مانتے مین تسلیم نہین کرتے
امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح مین اور رازی نے تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ میزان حق ہے۔
(نمبر ۱۴ صفحہ ۳۴) **قولہ** لا تفتح لھم ابواب السماء ای لا یصعد اعمالھم الصالحۃ الی اوج القبول
اقول یہہ بہی تفسیر نبوی کے برخلاف ہے کیونکہ حدیث مین آیا ہے کہ ایماندار کا روح جب
بدن سے نکلتا ہے تو فرشتے آسمانون کی طرف اوس روح کو لیجاتے مین اور آسمانون کے
دروازے کہولے جاتے مین ساتوین آسمان تک ایسا ہی ہوتا ہے اور کافر کے روح کیلیے
آسمانون کے دروازے کہولے نہین جاتے چنانچہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے
حتی ینتھی بہا الی السماء الدنیا فیستفتح لہ فلا یفتح لہ ثم قرء رسول اللہ صلعم لا تفتح لھم ابواب
السماء ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط رواہ احمد حضرت ابن عباسؓ فرماتے
ہین لا تفتح لارواحھم وتفتح لارواح المومنین تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ آسمانون کی طرف
ارواح کا چڑہنا اور کفار کی ارواح کیلئے آسمانکی دروازون کا نہ کہلنا مراد ہے اور اسیکو پسند کیا ہے
چنانچہ اول لکھا ہے قال السدی وغیرہ لا تفتح لھم ابواب السماء وتفتح لارواح المومنین
ویدل علی صحۃ ھذا التاویل ما روی فی حدیث طویل ان ارواح المومنین تعرج بھا
الی السماء فیتفتح لھا۔ اور دوسرے مقام پر لکھا ہے والیھا تصعد الارواح حال فوزھا
بکمال السعادات الخ پس آپکا کہنا کہ مراد عدم صعود اعمال الی اوج القبول نہ صرف تفسیر
نبوی کے برخلاف ہے بلکہ تمام اہل سنت کے بہی برخلاف ہے البتہ نیچری اور معتزلہ وغیرہ
گمراہ فرقون کے موافق ہے ایسی موافقت آپکو سلامت رہے۔ چونکہ آیت اور حدیث

مذکور سے آسمان اور اسکے دروازوں کا ثبوت ہوتا تہا اور اصحاب نیچر کے یہ برخلاف ہے لہذا آپ
بہی انہیں کی روش پر چلے ہیں بنا ًعلی ہذا اگر آپکی تفسیر مردود نہ ہو تو اور کیا ہو ۔
(نمبر ۹۸ صفحہ ۹۸) **قولہ** ثم استوی علی العرش ای نفذ احکامہ علی ما خلق ودبر امرہ
لقولہ تعالی وخلق کل شیء فقدرہ تقدیرا **اقول** اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ
آپ پکے نیچری ہیں۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ استوا کے معنے اس آیت میں استقرار کے ہیں یعنی
خدا کی ذات عرش پر بے مثل و بے کیف ہے۔ ابوداؤد باب الرد علی الجہمیۃ میں لکہا ہے ۔
ثم اللہ فوق ذلک یعنے خدا اُس سے اوپر عرش پر ہے ۔ حجۃ الوداع میں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے تمام اصحابہ کے روبرو آسمان کی طرف اشارہ حسیہ کرکے فرمایا کہ اے اللہ تو گواہ رہیو کہ میں
نے تمام احکام پہونچا دئے ۔ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لونڈی سے سوال کیا کہ
خدا کہاں ہے اوسنے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش
ہوگئے اور انکار نکیا ۔ بلکہ فرمایا کہ یہہ مومنہ ہے ۔ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نیک بخت
کی روح کو آسمانوں کی طرف لیجاتے ہیں حتی تنتہی الی السماء التی فیہا اللہ ۔ مائی زینب رض
فرماتی ہیں کہ اللہ نے میرا نکاح ساتویں آسمان پر کیا ۔ اس سے دیگر امہات المومنین پر فخر کرتی
تہیں ۔ حضرت صدیق اکبر نے مجمع عام اصحابہ میں خطبہ پڑہا ۔ درمیان وعظ کے فرمایا اے لوگو
جسکا خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تہا وہ تو فوت ہوگیا ۔ اور جسکا خدا آسمانوں میں ہے وہ زندہ
ہے نہیں مرا ان کان الہکم الذی فی السماء فان الہکم لم یمت ایسے عظیم مجمع میں کہ جس
میں عشرہ مبشرہ اور اہل بیت اور دیگر جمیع اصحابہ موجود ہوں ایسا پر زور خطبہ سنانا اور
کسیکا انکار نکرنا دلالت کرتا ہے کہ تمام اصحاب رضی اللہ عنہم کا بہی یہہ ہی ایمان تہا کہ خدا عرش
پر ہے ۔ طبرانی اور حارث اور ابن شاہین نے معاذ رض سے روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے مکروہ رکہتا ہے اپنے آسمان پر کہ ابوبکر رض اقوال و افعال میں
خطا کرے ان اللہ یکرہ فوق سمائہ ان یخطا ابوبکر فی الارض (صواعق محرقہ) حضرت صلعم

کا جسم عنصری کے ساتھ خدا کی ملاقات کے لیئے شب معراج مین آسمانون پر جانا اور حضرت عیسے علیہ السلام کا جسد عنصری کے ساتھہ آسمانون پر اٹھایا جانا۔ فرعون لعین کا خدا سے لڑنیکے لیے آسمانون کی طرف جانا۔ اور خداوند تعالے کا آخر شب مین آسمان دُنیا کی طرف نزول فرمانا اور پہر صبح کے نزدیک واپس عرش برین پر چلے جانا یہہ تمام سچے واقعات کہلے طور پر کہہ رہے ہین کہ اللہ تعالے عرش پر بالذات ہی ایسا فوق نہین کہ وہ عرش کی طرف محتاج ہو بلکہ عرش اور کل مخلوقات اوسکی طرف مُفتقر اور محتاج ہے۔ علامہ ابن قیم نے نونیہ مین لکہا ہے ؎ والیہ قد صعد الرسول وقبلہ + عیسی ابن مریم صاحب البرھان - آیت بل رفعہ اللہ الیہ مین لفظ الیہ قابل غور ہے مالی ام سلمہ سے منقول ہے کہ خدا عرش پر مستقر ہے منکر اسکا کافر ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فقہ اکبر کے وصیت نامہ مین بہی ایسا ہی لکہا ہے۔ ملا علی قاری نے اوسکی شرح مین اسپر بڑا زور دیا ہے کہ خدا عرش پر ہے۔ امام شافعی رح۔ امام احمد رح۔ امام مالک رح اور تمام محدثین مصنفین صحاح ستہ وغیرہ کا یہہ ہی مذہب ہے کہ خدا عرش پر ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ مین لکہا ہے کہ خدا کے لیے جہت علو ثابت ہے معتزلہ کہتے ہین کہ استوا کے معنے غلبہ اور استیلا کے ہین واولت المعتزلۃ الاستواء بالاستیلاء (معالم) ؎ قالوا استوی استولی وذا من جہلہ + لغۃً وعقلاً ماھما سیان + نون الیھود ولام جہمی ھما + فی وحی رب العرش زائدتان (نونیہ ابن قیم) یعنے یہود اور معتزلہ مین کچہہ فرق نہین۔ اونہون نے حطۃ مین ایک نون زائد کیا اور حنطہ کہا اور انہون نے لام زائد کیا۔ استوی کا استولی بنایا۔ پس یہہ عقیدہ رکہنے والا یا اپنی تفسیر مین اسکو پسند کرنیوالا پکا معتزلی ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اور معتزلہ اور نیچریہ نے اثبات مدعا مین جس شعر سے استدلال کیا ہے یعنی ؎ قد استوی بشر علی العراق + من غیر سیف ودم مھراق۔ سو اسکے کئی جواب ہین

اول یہہ کہ اس شعر مین استوی مقابلہ کے لیئے آیا ہے اور قران مجید مین مقابلہ کے لئے نہیں
آیا۔ کیونکہ خدا کا کسی سے مقابلہ کو بعد عرش پر مستوی ہونا نہین آیا بخلاف شعر کے کہ اوسمین
مقابلہ کے بعد بشر کا عراق پر مستوی ہونا آیا ہے اس مین استیلا اور غلبہ اگر ہو تو ہمارے مدعا
کے برخلاف نہین۔ دوسرا جواب یہہ کہ ہم شعر مین بہی استوی کے معنی استقر سے کرتے
ہین۔ یعنے بشر خون ریزی کے بغیر عراق پر ٹہر گیا۔ شاعر کی غرض اگر بشر کا غلبہ مراد ہوتا
تو صرف عراق کا ذکر کیو کرتا۔ کیونکہ بشر کا غلبہ خون ریزی جسکے بغیر اور جگہ بہی ہوا تہا۔ پس
ثابت ہوا کہ اسجگہ بہی استوا کے معنے ٹہرنیکے ہی ہین نہ استیلا اور غلبہ کے۔ بادشاہون
کا قاعدہ بہی ہے کہ محل قیام اور دار الخلافہ اونکا ایک ہی جگہ ہوا کرتا ہے۔ شاعر کی غرض
بشر کا محل استقرار بیان کرنا ہے نہ غلبہ۔ تیسرا یہہ کہ اسجگہ بہی بشر کا تخت عراق پر بیٹہنا مراد
ہے یعنی بغیر لڑائی کے تخت عراق پر بیٹہ گیا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے امام رازی کو اپنے ساتہ
ملانیکی کوشش کی ہے لیکن آپ جانتے کہ امام کوی ایسا شخص نہ تہا کہ ہر جگہ تفسیر مین تو معتزلہ
کو رد کرتا اور اسجگہ اونکی تقلید کر بیٹہتا۔ سنیئے امام رازی نے آیت ثم استوی علی العرش
کو متشابہات سی شمار کیا ہے اور لکہا ہے کہ متشابہات مین ہمارا مذہب یہہ ہے کہ توقف
کرنا اور اللہ پر اسکا علم سپرد کرنا چاہیئے۔ تفسیر سورہ آل عمران ملاحظہ ہو۔ پس یہہ کہنا کہ امام
رازی نے استوی کے معنے استیلا اور نفوذ احکام علی المخلوق پسند کئے ہین۔ محض اتہام
اور افترا ہے۔ تفسیر کبیر مین قفال کو معتزلی لکہتا ہے تو یہان معتزلہ کا قول کیون پسند
کرتا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے تفسیر کبیر کی عربی عبارت کو سمجہا نہین۔ محاورہ عربی بیان
کرنیسے مفسر امرتسری صاحب یہہ سمجہ گئے کہ امام رازی نے قفال کے مذہب کو پسند کر لیا ہے
حاشا و کلا ھذا بہتان عظیم۔ غرض مولوی ثناء اللہ کی تفسیر اہل سنت کے مخالف اور
معتزلہ اور نیچریہ اور جہمیہ کے موافق ہے۔ (نمبر ۵ صفحہ ۱۵۱) **قولہ** فارسلنا علیہم الطوفان
مطر البرد کما ھو مذکور فی الباب التاسع من الخروج من التورات الخ **اقول** اگر

نزدیک طوفان سے مراد اولون کی بارش ہے بحوالہ عبارت توراة لیکن خاتم الانبیاء
محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک طوفان کے معنے ہیضہ وبا ہے حضرت ابن عباسؓ
سے بھی ایسا ہی منقول ہے حضرت عائشہؓ مرفوعاً روایت کرتی ہیں کہ آل فرعون پر وبا
کا عذاب نازل ہوا تھا افسوس توراة کی عبارت آپکو بہ نسبت حدیث مصطفےؐ اچھی اور
بہتر معلوم ہوتی ہے عجب اہل حدیث ہیں۔ (نمبر ۱ صفحہ ۱۰۶) **قولہ** واتممناها ای
الثلثین بعشر لانہ لم یتم لہ استعداد لاخذ الکتاب **اقول** آپ فرماتے ہیں کہ موسےؑ
کی میعاد میں دس روز اسلئے بڑہائے گئے تہے کہ حضرت موسےؑ میں ابھی تک فیضان
الٰہی کے اخذ کرنے اور کتاب آسمانی کے لینے کی استعداد پیدا نہیں ہوئی تھی جیسے نبی
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مجموعہ قرآن کا تحمل نہیں کر سکتے تہے ایسا ہی موسےؑ بھی مجموعہ
توراة کو برداشت نہیں کر سکتے تہے میں کہتا ہوں کہ پہر موسےؑ پر دفعۃً توراة کیون
نازل کی گئی۔ پس آپکا کہنا غلط ہے۔ بلکہ صحیح وجہ ازدیاد میعاد کی یہ ہے کہ ختم میعاد پر
حضرت موسےؑ نے مسواک کر لی تھی اور آپ روزہ دار تہے آپکے دہان مبارک سے خوشبو
آتی اور فرشتون کو بھلی معلوم ہوتی تھی لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح
المسک پہر حکم نازل ہوا کہ دس روز اور روزہ رکہو تب توراة ملیگی۔ تمام مفسرین اہل
سنت نے اس قصہ کو نقل کیا ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے الاول انہ تعالی امر موسی علیہ
السلام بصوم ثلاثین یوما وھو شہر ذی القعدۃ فلما اتم الثلاثین انکر خلوف فیہ فتسوک
فقالت الملئکۃ کنا نشم من فیک رائحۃ المسک فافسدتہ بالسواک فاوحی اللہ الیہ
اما علمت ان خلوف فم الصائم اطیب عندی من ریح المسک فامرہ اللہ تعالی ان
یزید علیہا عشرۃ ایام من ذی الحجۃ لھذا السبب دیکہا میان معقولی صاحب آخر امام بہی
تو منطقی تہا یہ تو ایسی حدیثون کو تفسیر میں لاتا ہے تمکو کیا ہو گیا کہ تفسیر بالرائے کو تفسیر نبوی
پر مقدم سمجہتے ہو۔ چونکہ اس میں ملائکہ کا صائم کی خلوف سے خوش ہونا جو آپکے تحریر کی خلاف

سے ثابت ہوتا تہا اسواسطے اپنے از دیاد معاد کی ایسی وجہ لکہی ہے کہ آجتک کسی اصحابی اور تابعی اور خیر القرون سے منقول نہین ہوئی۔ (نمبر ۲ صفحہ ۱۲۱) **قولہ** اذ ترکہ یلہث ہذہ تمثیل لعلماء اہل الکتاب الیہود والنصاری۔ **اقول** یہہ قصہ بلعم بن باعورا کا ہے جسکو تمام مفسرین اہل سنت نے نقل کیا ہے۔ آپ اُسکو ایک تمثیل بناتے اور اصل قصہ کا انکار کرتے ہین۔ تورات سے بہی اس قصہ کا ثبوت ملتا ہے بموسے عم اور نبی اسرائیل پر بلعم بن باعورا کی بددعا تورات سے ثابت نہین۔ البتہ بددعا کے لئے امادگی پائی جاتی ہے (کتاب عدد ۲۳ - ۲۴ باب) تفسیر حقانی - اس امادگی پر اللہ نے اوسکی مذمت کی۔ قال ابن عباس رضی و ابن مسعود و مجاہد نزلت ہذہ الآیۃ فی بلعم بن باعورا (تفسیر کبیر) حضرت عبد اللہ بن مسعود اور ابن عباس اور جمہور مفسرین اہل سنت کا قول ہے کہ بلعم نے بددعا کی اور زبان اوسکی مثل کتے کی سونہہ سے نکل کر سینہ پر گر پڑی۔ اور اسی عذاب مین مرگیا - چونکہ اسمین خرق عادت اور خلاف نیچر پایا جاتا تہا اور خلاف قانون قدرت اور معجزات پر آپکا ایمان نہین اسیلیے تورات کی عبارت لکہکر اصل قصہ سے ہی انکار کر دیا۔ حالانکہ تورات کا پڑہنا اور اوس سے استدلال لانا حدیث سے منع آچکا ہے عن جابر عن النبی صلعم حین اتاہ عمر رضی فقال انا نسمع احادیث من یہود تعجبنا افتری ان نکتب بعضہا فقال امتہوکون انتم کما تہوکت الیہود والنصاری لقد جئتکم بہا بیضاء نقیۃ ولو کان موسی حیا لما وسعہ الا اتباعی (نمبر ۳ صفحہ ۲۶) **قولہ** وللہ الاسماء الحسنی ای الاسماء کلہا من ای لسان کانت صادقۃ علی اللہ تعالی لا علی غیرہ **اقول** - کیا خوب فقاہت اسیکو کہتے ہین - آج ہمنے نیا مسئلہ آپکی تفسیر مین دیکہا کہ خدا کو جس زبان مین پکارا جائے جائز ہے - اگر کوئی یا پرمیشور یا یا اللہ کہے تو دونون جائز ہے عربی زبان مین خصوصیت ان ناموں کی جو حدیث مین حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائے ہین ضروری نہیں اکثر اہل حدیث اور جمہور اہل سنت والجماعت یہہ ہی کہتے

دیتے ہیں کہ خدا کو عربی زبان میں ان ننانوے ناموں سے پکارو جو حضرت صلعم نے اپنی زبان مبارک سے فرمائے ہیں۔ کیونکہ اسماء الٰہی توقیفی ہیں چنانچہ علامہ سیوطی نے اکلیل فی استنباط التنزیل میں لکھا ہے ولله الاسماء الحسنی فادعوہ بہا و ذروا الذین یلحدون فی اسمائہ قال الاعمش یدخلون فیہا ما لیس منہا اخرجہ ابن ابی حاتم فاستدل بہ علی ان اسماء الله تعالی توقیفیۃ وانہ لا یجوز ان یطلق علیہ اسم لم یرد بہ الشرع مولوی عبدالحکیم فاضل سیالکوٹی نے بیضاوی کے حاشیہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ ولا یلتفت الی قول من قال انہا لیست بتوقیفیۃ رہا تو آجتک کسی مفسر اہل اسلام نے نہیں لکھا کہ خدا کو ہر زبان میں پکارنا جائز ہے بجز آپکے۔ تبھی تو آپنے جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں اغاز تقریر کے وقت آریوں اور سناتن دہرمیوں کو نمستے سے سلام کیا۔ اور اپنی کتاب کا نام حق پرکاش رکھا۔ شرعاً غیر قوموں کو ان الفاظ سے سلام کرنا منع ہے۔ حضرت صلعم کے خطوط بنام غیر اہل اسلام سے مستنبط ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کو سلام علی من اتبع الہدی سے سلام کرنا چاہئے نہ نمستے وغیرہ سے خصوصاً آپ جیسے کو ہرگز نہیں چاہیے کہ زبان سے ایسے الفاظ بولے کہ جس سے ایہام شرک ہو۔ نمستے کے لفظ سے پرستش لغیر الله ہوتی ہے نہیں تو کسی پرانی وضع کے ہندو سناتن دہرمی سے اسکے معنے پوچھو۔

(نمبر ۲۵ صفحہ ۲۶) **قولہ تعالی عما یشرکون ھذہ التصویر لا دلالۃ اٰدم المشرکین الخ** وحدیث قصۃ ادم المروی فی الترمذی لیس بصحیح الخ اقول چھوٹا منہ بڑی بات کیا آپ صاحب جرح و تعدیل یا حافظ علم حدیث ہیں جو صحیح حدیث برطریق محدثین کو ضعیف اور غیر صحیح بتا رہے ہیں۔ علامہ سیوطی جیسا بے نظیر جامع عالم جب اس حدیث کی توثیق اور تصحیح کرے۔ تو آپ جیسے مفسر کی عدم تصحیح لائق سماعت کب ہو سکتی ہے۔ جلالین میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ نسائی اور ابن ابی حاتم۔ ابن جریر۔ امام احمد حنبل۔ حاکم۔ ترمذی وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اکثر سلف کا قول ہے کہ یہ قصہ

درست ہے ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ جب حضرت حوا کو حمل ہوا تو انکے پاس ابلیس صورت بدلاکر آیا اور کہا کہ شاید تیرے پیٹ مین جانور ہے اگر تو عبد الحارث نام رکھیو گی ۔ تو تیرے لیے اچھا ہوگا ورنہ زیست مشکل ہوگی حضرت حوا نے آدم علیہ السلام کے حکم سے عبد الحارث نام رکھا اور انکو معلوم نہ تہا کہ یہہ ابلیس کا نام ہے وھذا لیس اثرہ بل حقیقی لانھما ما اعتقدا ان الحارث ربہ بل قصد انہ سبب صلاحہ فسماہ اللہ تعالی شرکا للتغلیظ ۔ (جامع البیان) الوجہ الرابع فی التاویل ان نقول سلمنا صحۃ تلک القصۃ المذکورۃ الا انا نقول انھم سموا بعبد الحارث لاجل انھم اعتقدوا انہ ای انما سلم من الافۃ والمرض بسبب دعاء ذلک الشخص المسمی بالحرث الخ (تفسیر کبیر) حدیث صحیح اور آیت مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ خاص حوا اور آدم علیہ السلام کا ہے نہ انکی اولاد کا شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہین ۔ الثالث ان الحدیث صرح بان صاحبۃ القصۃ ھی حواء وقولہ جعل منھا زوجھا انما ھو لحوی دون غیرھا فالقصۃ ثابتۃ ولا وجہ لانکارھا بالرای المحض ۔ الرابع ان الحدیث لیس فیہ الا ذکر حواء وکان ھذا شرکا فی التسمیۃ ولم یکن شرکا فی العبادۃ پس آپکی تفسیر ۔ قرآن اور حدیث اور اقوال صحابہ کے برخلاف ہے ۔ (نمبر ۵ صفحہ ۱۷) **قولہ** الان خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا ای امرکم بالتخفیف لانہ علم فی الازل انکم لن تستطیعوا ذلک فالشرط مفقود الخ فالایۃ لیست بمنسوخۃ لان کون الحکم مشروطا بشرط لا یوجب بنا فی النسخ الخ **اقول** اس قدر کہلبلی کیون مچاتے ہین ۔ سید یا نیچریون کی طرح کیون نہین کہتے کہ قرآن مجید مین کوئی آیت منسوخ نہین ۔ اس آیت مین تو نسخ صریح موجود ہے بیانیکہ اللہ تعالی نے پہلے فرمایا کہ اگر تم مین سے سو آدمی صابر ہون تو ایک ہزار پر غالب ہونگے یعنی ایک سو صابر ایک ہزار کفار سے جنگ کرے ۔ یہہ جملہ شرطیہ گویا معنی امر ہے پہر حکم ہوا کہ ایک سو صابر دو سو سے جنگ کرے اسی طرح پہلے حکم کہ بیس آدمی

صبر کرنیوالے اور جنگ کی تکلیفون کو اوٹھانیوالے دو سو سے لڑین پہر حکم ہوا کہ دوگنون سے لڑین۔ ان جملون مین کوئی ایسی شرط نہین جو منافی نسخ ہو۔ اور نہ کوئی حکم ایسی شرط پر معلق کیا گیا ہے جو منافی نسخ ہو۔ کیا اصحاب نے واقعات حرب مین صبر کا ثبوتا نہین دیا۔ نہین جیسا صبر انہون نے کیا اور کس سے ہو سکتا ہے منطق سے آپ کام لیتے مین لیکن بے محل تحقیق سے منطق پڑہتے تو ندامت کیون ہوتی۔ فان الشرط اذا کان فیہ معنی التکلیف جاز فیہ النسخ (وجیز) تمام مفسرین اہل سنت قائل ہین کہ یہہ آیت منسوخ ہے (نمبر ۶۵ صفحہ ۱۹۰) **قولہ** المسجد اسس علی التقوی من اول الخ ھو مسجد قباء **اقول** آیت مین لفظ مسجد دونون مسجدون قبا اور نبوی کو شامل ہے نزول اسکا مسجد قبا مین مسجد نبوی کو منافی نہین کما قال صاحب الجمل والتحقیق ان روایۃ نزولہا فی مسجد قبا لا تعارض تنصیصہ صلی اللہ علیہ وسلم علی انہ مسجد المدینۃ فانہا لا تدل علی اختصاص اہل قباء بذلک آپ کو لازم تہا کہ تفسیر مین دونو مسجدون کی تشریح کرتے۔ لوہ والحدیث کلا الجانبین۔ (نمبر ۲ صفحہ ۱۹۴) **قولہ** ان لہم قدم صدق عند ربہم مالا مرضیا۔ **اقول** امام بخاری نے قدم صدق کے معنے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئے ہین۔ بعض مفسرین نے کچہہ اور بہی تفسیر کی ہے۔ لیکن آپکی تفسیر کسی سے منقول نہین ہوئے۔ ومن ادعی فعلیہ البیان (نمبر ۱۸ صفحہ ۲۰۶) **قولہ** وکان عرشہ ای حکومتہ قبل خلق السماء والارض علے الماء۔ **اقول** آپ جانتے ہین کہ دین مین نئی بات نکالنیوالا مردود ہوتا ہے من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد۔ اصحابہ رض وتابعین رض وتبع تابعین رض وائمہ مجتہدین سلف وخلف سب نے عرش کے معنے تخت سے کئے ہین۔ لغت مین بہی تخت کو کہتے ہین ھو فی اللغۃ سریر الملک قرآن شریف مین آیا ہے رب العرش العظیم۔ بلقیس کے تخت کے متعلق فرمایا

ولہا عرش عظیم۔ حدیث مین آیا ہے آخذ بقوائم العرش۔ وتری الملائکۃ حافین من حول العرش ایک اور حدیث مین آیا ہے ثم علی ظہورھن العرش بین اسفلہ واعلاہ مابین سماء الی سماء وثم اللہ فوقہا فوق ذلک۔ وانہ لیاطبہ اطیط الرحل بالراکب صحابہ کرام نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلعم خدا کی ذات پیدائیش مخلوقات کے پہلے کہان تہی۔ فرمایا بادلون مین اوپر بہی ہوا اور نیچے بہی ہوا تہی۔ پہر عرش کو پیدا کیا رواہ الترمذی وابن ماجۃ۔ اور بہی بے شمار حدیثین آئی ہین کہ عرش ایک تخت مخلوق شئے ہے اور اوسپر اللہ تعالی کا قرار ہے۔ اگر عرش کے معنے حکومت کے لئے جائین تو قیام جوہر کا عرض پر لازم آتا ہے اور وہ محال ہے کما فی الحکمۃ کیونکہ حکومت ایک امر معنوی ہے جسکو اضافی اور نسبتی بہی کہتے ہین۔ حاکم اور محکوم کے مابین اسکا وجود متحقق ہوتا ہے۔ جیسا کہ نسبت خبریہ درمیان موضوع اور محمول کے ہوتی ہے ویسی ہی حکومت درمیان حاکم اور محکوم کے ہوتی ہے پس خدا کا عرش بمعنے حکومت پر قرار پکڑ لینے سے قیام جوہر کا عرض پر لازم آیا اور یہہ محال ہے تو ثابت ہوا کہ عرش کے معنے حکومت کے غلط ہین اسکے معنے صحیح تخت کے ہین۔ نیز آپکی تفسیر میں تعارض بہی ہے ایک جگہ عرش کے معنے مخلوق کے لکہے ہین اور یہان حکومت کے اذا تعارضا تساقطا احادیث اور اقوال صحابہ کو پکڑو نیچریون اور معتزلیون کو چہوڑ دو اذا جاء نہر اللہ بطل نہر معقل پر عمل کرو۔ (نمبر ۲ صفحہ ۲۱۰) **قولہ** واغرقنا الذین کذبوا بآیاتنا فیہ اشارۃ الی ان الطوفان لم یات علی جمیع اقطاع العالم **اقول** جمہور اہل اسلام مانتے ہین کہ حضرت نوح ع کا طوفان تمام دنیا پر آیا۔ تفسیر حقانی مین لکہا ہی اکثر علماء اہل اسلام واہل کتاب تمام دنیا پر طوفان آنیکے قائل ہین اور کہتے ہین کہ پہر دنیا مین صرف حضرت نوح سے نسل جاری ہوئی جسکی بابت خدا نے وعدہ کر لیا ہے کہ پہر کسی مین دنیا کو اس طرح ہلاک نکرونگا (پیدائیش باب ۹ درس ۹) قرآن مجید کے الفاظ

بہی اسی پر دلالت کرتے ہین کہ تمام دنیا پر طوفان آیا ولا تذر علی الارض من الکافرین دیارا چنانچہ آگی تفسیر احدا من الکافرین یدور علی وجہ الارض خود آپکی تردید کرتی ہے کیونکہ الارض مین الف ولام استغراقی آیا ہے جو تمام اقطاع عالم کو شامل ہے۔ آیت۔ قلنا احمل فیہا من کل زوجین اثنین یعنی ہر جانور کا جوڑا اوٹھالے یہہ بہی دلالت کرتی ہے کہ تمام دنیا مین طوفان آیا کسی حدیث مین اور اصحابی کے قول مین ہمنے کوئی تصریح نہین پائی کہ طوفان تمام دنیا پر نہین آیا۔ البتہ اصحاب نیچر منکرین معجزات کا قول ہے کہ تمام دنیا پر نہین آیا۔ رہا یہہ سوال جو قابل غور ہے کہ تمام دنیا پر طوفان کا عدل اور انصاف خداوندی کے برخلاف ہے لا تزر وازرۃ وزر اخری۔ جواب یہہ ہے کہ عادت الٰہیہ یون ہی جاری ہے کہ جب عذاب عام ہوا کرتا ہے تو نیک اور بد بہی اوسمین مبتلا ہوجایا کرتے ہین۔ حدیث مین آیا ہے کہ بنی آدم کے گناہون سے جانورون پر بہی عذاب نازل ہوا کرتا ہے ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس وبا اور طاعون مین مشاہدہ کیا گیا ہے کہ کفار اور مسلمان دونو گروہ مرتے رہے ہین حالانکہ طاعون فی نفسہ عذاب ہے پس کیا بعید ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی زمانہ مین خدا کی ذات کو اسقدر غصہ آیا ہو کہ تمام دنیا مین طوفان آگیا ہو۔ علاوہ برین یہہ امر ہے کہ تمام اقطاع عالم مین طوفان کا آنا ممکن بالذات ہے محال نہین۔ (نمبر ۲ صفحہ ۲۲) **قولہ** وقولہ علیہ السلام اتقوا مواضع التہم الخ **اقول** حدیث والی کا یہہ حال ہے کہ موضوع حدیث کو تفسیر مین لکہہ دیا۔ ملا علی قاری موضوعات کبیر مین لکہتے ہین کہ یہہ حدیث موضوع ہے۔

(نمبر ۱ صفحہ ۲۳) **قولہ** فجعلنا عالیہا سافلہا ای اسقطنا سقف بیوتہم۔ **اقول** یعنی ہمنے اونکے مکانات کی چہتین اون پر گرائین۔ یہہ بہی تمام مفسرین اہل سنت کے برخلاف ہے سب نے لکہا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام لوط علیہ السلام کی بستیون کو نیچے سے اکہیڑ کر قریب آسمان کے لے گئے اور پلٹ کر دے مارا۔ معالم ان جبرائیل علیہ السلام ادخل

جناحه الواحد تحت مدائن قوم لوط و قلعها و صعد بها الی السماء حتی سمع اہل السماء نهيق الحمار و نباح الكلاب و صياح الديوك و لم تنكفی لهم جرة و لم ينكب لهم اناء ثم قلبها دفعة واحدة و ضربها على الارض و اعلم ان هذا العمل كان معجزة قاهرة من وجهين احدهما ان قلع الارض و اصعادها الی قريب من السماء فعل خارج للعادات - یہہ ہے تفسیر کبیر کی عبارت جسکا خلاصہ یہہ ہے کہ حضرت جبرائیل نے انکو اسطرح سے ہلاک کیا کہ ایک پر سے انکی بستی کو اکہاڑ کر آسمان کے قریب لے گئے پہر دفعۃً پلٹ کر گرا دیا کہ عالی جانب مین سفل اور سفل مین علو پیدا ہو گیا پس آپکا الکلام المبین مین یہ کہنا کہ اس بستی کی عالی جانب مین خدا نے علو پیدا کر دیا یہ نہین کہ سافل مین بہی علو پیدا کر دیا صریح حدیث اور آیات اور اقوال مفسرین اہل سنت کے برخلاف ہے - چونکہ یہ واقعہ خلاف قانون قدرت تہا اسلئے سواد اعظم کی مخالفت کی اور نیچری کی موافقت سے ۵ آن خداوندے کہ ہنگام سحر + کرد قوم لوط را زیر و زبر - (نمبر ۶۲ صفحہ ۲۱۸) **قوله** و شهد شاهد من اهلها ای اظہر رایہ الخ **اقول** یہہ بہی تحریف ہے اور جمہور امت بلکہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے خلاف ہے عن ابن عباس رض عن النبی صلعم قال تکلم اربعة و هم صغار ابن ماشطه فرعون و شاهد یوسف و صاحب جریج و عیسی ابن مریم - بچہ شیرخوار تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ ایک بچہ شیرخوار نے شہادت دی - و الثانی و هو ایضا منقول عن ابن عباس و سعید بن جبیر و الضحاك ان ذالك الشاهد كان صبيا انطقه الله تعالى فی المهد - اقول و تکلمه ممکن (نمبر ۶۳ صفحہ ۲۴۳) **قوله** يوم تبدل الارض هذه غير الارض صفتہ و ہیئتہ الخ **اقول** ارے مولوی ثناء اللہ صاحب کے معتقدو اور اسکی تفسیر کو صحیح کہنے والو ذرا غور اور انصاف کرو کہ کس چالاکی سے مفسر صاحب حدیث کا انکار کر رہے ہین اور آپ لوگ اسکو اب بہی سچا جانتے ہین یا ایها الذین امنوا اتقوا الله و کونوا مع الصادقین - مفسر صاحب کا مقصد یہہ ہے کہ قیامت کے دن زمین و آسمان کا تبدل حقیقی نہ ہوگا - آسمان زمین میں

ہی رہینگے - صرف ہیئت اور شکل کا تغیر ہوگا - حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ مین نے حضرت ؐ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ آسمان اور زمین کے تبدل کے وقت لوگ کہان ہونگے فرمایا صراط پر - حضرت علی رضہ جو شہر علم کے دروازہ ہین اور ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ زمین چاندی کی اور آسمان سونیکا ہوگا ؎ والارض من ماہا الخالص فضۃ - ایک حدیث مین یون بہی آیا ہے کہ لوگون کا حشر زمین صاف سفید پر ہوگا ابی سعید خدری فرماتے ہین حضرت صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے دن زمین مثل روٹی کے بنا کر اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ مین پکڑینگا بہشتیون کی مہمانی کیواسطے - قال النبی صلعم تکون الارض یوم القیامۃ خبزۃ واحدۃ یتکفاھا الجبار بیدہ کما یتکفا احدکم خبزتہ فی السفر نزلا لاھل الجنۃ ان تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین کا تبدل ذاتی ہوگا امام رازی لکہتے ہین کہ تبدل صفتی کے وہی لوگ قائل ہین جنکا خیال یہ ہے کہ قیامت کو ذات اور جسم کو فنا نہین صفات اور احوال کو فنا ہوگا - والقائلون بہذا القول ھم الذین یقولون انہ عند قیام القیامۃ لا یعدم اللہ الذوات والاجسام وانما یعدم صفاتہا واحوالہا ہم ہی تعجب کرتے تہے کہ مولوی صاحب نے ایسی تفسیر لکہنے پر جرأت کیون کی آخر تفسیر کبیر پر جب ہمنے نظر کی تو معلوم ہوا کہ مولوی صاحب اجسام کی معدوم ہونیکے قائل نہین ہین اور انکا مذہب فلاسفہ کے قریب قریب ہے جو قدم عالم کے قائل ہین کیونکہ بقول امام تبدل صفتی کے وہی لوگ قائل جو کہتے ہین کہ اجسام معدوم نہونگے - اب فرمائے کہ آپ اہل حدیث رہے یا منکر قیامت ہوئے - (نمبر ۴۶ صفحہ ۲۲۶) **قولہ** ویسئلونک عن الروح ای الوحی الذی یوحی الیک من القرآن **اقول** آیکا مطلب یہہ ہے کہ روح سے اسجگہ مراد قرآن شریف ہے - یہہ تفسیر تفسیر نبوی کے برخلاف ہے صحیح بخاری اور معالم مین لکہا ہے کہ قریش نے حضرت صلعم سے تین چیزونکا سوال کیا تہا - ان تینون مین سے ایک روحکا سوال تہا - قرآن سے انکا سوال نہ تہا کیونکہ قریش نے

یہود کی تعلیم کے موافق سوال کیا تہا جسمین قرآن کا ذکر تک نہین - دوسرا یہ کہ اس صورت
پر جواب کا انطباق سوال سے نہین ہو سکتا اسلیے کہ امر بمعنے فضل کسی لغت کی کتاب مین
نہین دیکہا تیسرا یہہ کہ کیا یہود اور کیا قریش سب جانتے تہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
دعوی کرتے مین کہ قرآن اللہ تعالی کا کلام ہے جو مجہپر خلقت کی رہنمائی کے لیے نازل ہوتا
ہے پہر اونہون نے حضرت صلعم سے کیا سوال کرنا تہا مین خوب جانتا ہون جس غرض
کے لیے اپنے سمع خراشی کی ہے سہ من خوب می شناسم پیران پارسا را - وہ یہہ ہے کہ
آریہ وغیرہ کہا کرتے ہین کہ مسلمانون کی تعلیم ناقص ہے انکا مذہب عقلی باتون کی تعلیم سے
روکتا ہے چنانچہ روح کے متعلق قرآنی تعلیم کہتی ہے کہ امر ربی وغیرہ وغیرہ - اب بجائے اسکی
کہ آپ آیت اور حدیث اور اقوال صحابہؓ کو مانکر انکو دندان شکن جواب دیتے اولٹی تحریف
کر ڈالی اور تمام حدیث نبوی کے برخلاف تفسیر لکہی جس سے آپ پر یہ مثل خوب صادق آتی
ہے . فر من المطر وقام تحت المیزاب (نمبرہ ۶ صفحہ ۱۹۷) **قولہ** للذین احسنو
الحسنی وزیادۃ علے قدر اعمالھم الخ ۱ **قول** آپکے نزدیک زیادہ کے معنے اجگہ
زیادتی بقدر اعمال ہے - لیکن مفسر قرآن حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک زیادہ
کے معنے دیدار الہی ہے حضرت ابو بکرؓ اور حذیفہ ابن عباس اور علی مرتضی اور انس ابو موسی
اشعری اور کعب بن عجرہ او صہیب اور ابو ہریرہ ابن عمر عبادہ بن صامت حسن بصری عکرمہ
عطا مقاتل رضی اللہ عنہم وغیرہ کا یہی قول ہے والزیادۃ النظر الی وجہ اللہ الکریم
وھو قول اکابر الصحابۃ کالصدیق وغیرہ وعلیہ احادیث کثیرۃ فسرہ
بذلک رسول اللہ صلعم (جامع البیان وصحیح مسلم) الکلیل مین لکہا ہے قال
صلعم الحسنی الجنۃ والزیادۃ النظر الیہ تعالی اخرجہ مسلم اسکے آگے لکہا ہے
فالتفسیر بذلک متواتر . فیہا لرد علے من انکر الرویۃ یعنے زیادہ کی تفسیر
رویت باریتعالے سے متواتر ہے اسکی مخالفت گویا تواتر کی مخالفت ہے امام رازی

نے اسجگہ دو قول لکھے ہیں - ایک اہل سنت کا جو زیادہ کے معنی رویت باری کرتے ہیں دوسرا معتزلہ کا جو زیادہ کو معنے زیادتی بقدر اعمال وغیرہ سے کرتے ہیں - اور یہہ بھی لکھا ہے کہ اہل سنت کی تفسیر نقل اور عقل کے مطابق ہے القول الاول ان المراد منها رویۃ اللہ سبحانہ وتعالی قالوا والدلیل علیہ النقل والعقل اما النقل فالحدیث الوارد فیہ ان الحسنی ھی الجنۃ والزیادۃ ھی النظر الی اللہ سبحانہ وتعالی واما العقل فھو ان الحسنی لفظۃ مفردۃ ودخل علیھا حرف التعریف الخ آگے چلکر معتزلہ کی تفسیر لکھکر خوب ہی رد کیا ہے - قال الجبائی الحسنی عبارۃ عن الثواب المستحق والزیادۃ ھی مایزیدہ تعالی علی ھذا الثواب من التفضل الخ اجاب اصحابنا عن ھذہ الوجوہ الخ پہر اختتام بحث پر لکھا ہے کہ اس آیت میں زیادہ کے معنے رویت کی ہی ہے وایضاً فقد بینا ان لفظ ھذہ الآیۃ یدل علی ان الزیادۃ ھی الرؤیۃ الخ معتزلہ چونکہ رویت باریتعالی کے منکر ہیں اسلیئے انہوں نے اس مسئلہ کو نہیں چھوڑا احادیث اور آثار صحابہ کو پس پشت ڈالدیا اور زیادہ کے ایسے معنے کئے کہ جس سے رویت ثابت ہی نہو - اب فرمائے کہ آپکی تفسیر اہل سنت کے مطابق ہے یا معتزلہ کے میرے خیال میں آپ پکے معتزلی ہیں الخ - اسلیئے آپکو مصنف اربعین نے لکھا ہے کہ مفسر ثنائی نے اس تفسیر میں منکرین رویت کی تائید کی ہے یہ نہیں لکھا کہ مفسر امرتسری رویت کا منکر ہے پس آپکا الکلام المبین میں یہہ کہنا کہ مجھے دیدار الٰہی کا منکر قرار دیا گیا ہے سراسر افترا اور خاندان غزنویہ پر اتہام ہے - آیت مذکورہ کی تفسیر جسطرح اہل اعتزال نے کی ہے اسیطرح آپنے کی ہے اس خیال سے ہم آپکو معتزلی کہتے ہیں نہ اس حیثیت سے کہ آپ منکر رویت ہیں ابن عباس کے اثر سے آپکا استشہاد غلط ہے کیونکہ اول تو آپ اصحابی کی موقوف تفسیر کو حجت مانتے ہی نہیں ہیں دوم یہہ کہ تفسیر صحابی سے تفسیر نبوی مقدم ہے - سوم یہہ کہ ابن عباس کی روایت بھی موجود ہے

جس مین زیادہ کو معنے دیدار کے کئے ہین بس یہ روایت ابن جریر کی جسکو ابن عباس سے الکلام المبین مین نقل کر کے دونو توافق ظاہر کیا ہے غلط ہے اسلیے کہ ابن عباس کی قوی روایت وہی ہے جسکو ہمنے اکلیل سے نقل کیا ہے لہذا اوپر اعتزال کا فتویٰ نہین لگ سکتا اور آپ اوس سے چھوٹ نہین سکتے تاوقتیکہ غلطیون سے رجوع نکرین۔ (نمبر ۴۲ صفحہ ۲۲۹) **قولہ** کما یسبح الحوت سبحا طبعیا الخ **اقول** آپکی غرض یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس مچھلی کو ہمراہ لے گئے تھے جب وہ پانی مین چلے گئی اور حضرت یوشع سے گم ہوئی اور دریا مین چلے گئی تو تیرنا اسکا طبعی مثل اور مچھلیونکے تھا یہ تفسیر بھی تفسیر نبوی کے برخلاف ہے قال علیہ السلام فاتخذ سبیلہ فی البحر سربا امسك الله عن الحوت جریة الماء فصار علیہ مثل الطاق وقال فی حدیث اخر حتی کان اثرہ فی حجر یعنے اوس مچھلی کے دریا مین چلنے سے پانی مین مثل پتھر کی سوراخ بنا رہا سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس سے غرض یہہ ہے کہ اوس مچھلی کی رفتار طبعی نہ تھی۔ امام رازی لکھتے ہین کہ مچھلی مردہ کا زندہ ہونا اور پھر دریا مین چلنا اور اوسکی رفتار سے پانی مین سوراخ مثل طاق کی ہوجانا معجزہ اور خرق عادت تھا فان قیل انقلاب السمکة المالحة حیة حالة عجیبة الخ اسکے آگے لکھا ہے والثانی ان الله تعالی امسك اجراء الماء علے البحر وجعلہ کالطاق والکوة حتی سری الحوت فیہ۔ معلوم ہوتا ہے قسام ازل نے آپکی طبیعت مین یہہ بات ڈال دی تھی کہ قرآن وحدیث مین جس جگہ کوئی امر خلاف نیچر مذکور ہو فوراً اوسکی تحریف کردو۔ کیا ہی اچھا شعر کسی شخص نے کہا ہے

قسمت کیا ہر چیز کو قسام ازل نے۔ جو شخص کہ جس چیز کے لائق نظر آیا۔ اس سے بڑھکر ترک اسلام مین آپنے ایک اور غضب کیا جس جگہ لکھا ہے کہ مچھلی مردہ نہ تھی بلکہ حضرت موسےٰ ع کو حکم ہوا تھا کہ مچھلی کو پانی کے برتن مین رکھہ لو چنانچہ حضرت موسے ع نے ایسا ہی کیا۔ یہہ بھی حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی حدیث اور تفسیر کے برخلاف ہے۔ خذ نونا او حوتا میتا (صحیح بخاری) یعنے مچھلی مردہ پکڑ لو ایسا ہی ترک اسلام مین آپنے یہہ بھی غلط لکھا ہے کہ صالح ع

کی اونٹنی پتھر سے نہین نکلی کیون مفسر صاحب یہ کس اہل حدیث کا مذہب ہے - باوجود ظاہر ہونے ڈبل تحریف کے پھر بھی آپکے چیلے چانٹے تفسیر کو صحیح سمجھتے ہین اور آپکا ساتھ نہین چھوڑتے مین افسوس کرتا ہون کروہ قرآن کریم کی اس آیت کو کیون بھول گئے ہین - لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار (نمبر ۶ صفحہ ۲۶۹) **قولہ** وفیہ اشارة الی ان خضر قد مات نی وقتہ لقولہ علیہ السلام لوکان الخضر حیا لزارنی **اقول** اس حدیث کی صحت کا کوئی معیار شاید آپکو معلوم ہوگا ورنہ ہمنے تو صحاح ستہ وغیرہ مین اسکی صحت کا کوئی ثبوت نہین پایا بلکہ بعض کا قول ہے کہ یہہ حدیث موضوع یعنے جھوٹی ہے - قال علیہ السلام کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع - ومن کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار -

(نمبر ۸ صفحہ ۱۷۲) **قولہ** قال اما من ظلم ای افسد بقتل الغیر او السرقة او قطع الطریق معنی ظلم اشرک غیر صحیح لانہم کانو معاهدین - **اقول** ظلم کے معنے اسجگہ فساد قتل وغیرہ سے لکھنے مفسرین اہل سنت کے برخلاف ہے مفسرین اہل سنت لکھتے ہین کہ ظلم کے معنے اسجگہ شرک ہے - قرآن مجید مین ظلم کا اطلاق شرک پر بھی آیا ہے - ان الشرک لظلم عظیم - اگر ظلم سے مراد قتل وغیرہ لیا جائے - تو بعد عذاب دنیا اور اجراء حدود شرعیہ کے آخرت کا عذاب کیون ہوگا ثم یرد الی ربہ او رفیعذبہ عذابا نکرا کا کیا مطلب سمجھا جاویگا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حدود گناہ کے لیے کفارہ ہین - جسپر حدود شرعیہ قائم کی جاوین جیسے قطع ید وغیرہ اوسکو عاقبت کا عذاب نہ ہوگا - آپکو کیونکر باور ہوا کہ ذوالقرنین کا اونسے معاہدہ تھا وعلی سبیل التسلیم کیا معاہدین کبھی مشرکین نہین ہوتے - حضرت صلعم کے ذمیون اور معاہدون کا حال یاد کرو وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ - نحوی ترکیب کی لحاظ سے جملہ معنے ظلم شرک بدون اتصال کلام سابق کے اور باوجود مضاف الیہ ہونے جملہ فعلیہ صحیح نہین پس صحیح یون ہے اعلم ان معنے الظلم ههنا بالشرک

غیر صحیح - نحو میر کا پڑہنے والا بہی اس عبارت کے سقم کو معلوم کر سکتا ہے اپنی عبارت آرائی اور غلط بیانی کا یہہ حال ہے جو آپ دیکہہ رہے ہین اور دوسرون کو صرف پڑہنیکے لیئے ادب العرب ایک مختصر رسالہ تالیف کر کے اشتہار دیدیا کہ اسکے پڑہنے سے جلدی صرف آجاتی ہے - مین کہتا ہون کہ آپ جیسا اہل حدیث جب یہہ کہے کہ میری ایک کتاب پڑہنیسے طالب علم بہت جلدی صرفی بنجاتا ہے تو کیون بلا فائدہ اور کتابین پڑہتے اور وقت ضایع کرتے ہین ہم امید کرتے ہین کہ آپ اپنے لڑکے کو بس یہہ ہی کتاب اچہی طرحسے پڑہا کر دیگر درسی کتابون سے مستغنی کر دینگے آپ چاہو اسکو مبالغہ کہین یا جہوٹہ کچہہ ہو تاہم ایک مدعی عمل بالحدیث کو ایسی تحریر بہت ہلکا کر دنیوالی ہے سالله اکبر هتکت استارکم حتی علمہم فضحکت الصبیان

(نمبر ٦٩ صفحہ ٢٩٨) **قولہ** د ما یروی من انہ علیہ السلام قرء والنجم الخ لیس بصحیح

اقول ارے میان صحیح بخاری کو اگر آپ دیکہہ لیتے تو ایسا کاہے کو کہتے - بخاری مین لکہا ہے کہ سورت نجم جب نازل ہوئی تو حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانون اور کافرون پر یہہ سورت پڑہی اخیر پر دونون فریق نے سجدہ کیا الخ یعنے مسلمانون نے تو اسلیئے کہ خدا کا حکم تہا - اور کفار نے اسلیئے کہ بتون کی نسبت اونکے کانون مین تعظیمی الفاظ پہونچے ہے - حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نہین پڑہے - لیکن آپکے سانس لینے کے وقت ابلیس نے ایسا آوازہ ملایا کہ کفار سمجہہ گیئے کہ یہ آوازہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے - اہل سنت کی معتبر تفسیرون مین اسکی تصریح موجود ہے - حدیث صحیح کے ہوتے ہوئے آپ جیسے منکرین کی کون سنتا ہے - ہماری غرض صرف اتنی ہے کہ احادیث صحیحہ اور اقوال صحابہ اور معتبر تفاسیر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہہ قصہ صحیح ہے باقی اسپر جو اعتراضات وارد ہوتے ہین وہ اور اونکے جوابات مطولات مین موجود ہین - ابن جریر - ابن کثیر - درمنثور معالم وغیرہ کو دیکہو (نمبر ٧ صفحہ ٣١٦) **قولہ** الذین یحشرون علی وجوههم الی جهنم

اقول یسحبون ویجرون الی جهنم ذلیلین **اقول** چونکہ قیامت کے دن کفار کا سر کے

بل اوندہے چلنا خلاف قانون قدرت تہا اسلئے لفظ ولیلین بڑہاکر یہہ ثابت کیا کہ صرف ذلت کے ساتہہ چلائے جاوینگے نہ اوندہے سر کے بل۔ اس تحریف معنوی کی تردید خود تفسیر نبوی مین موجود ہے ان رجلا قال یا رسول الله کیف یحشر الکافر علی وجہہ فقال ان من امشاہ علی رجلیہ قادر ان یمشیہ علی وجہہ یوم القیامۃ یعنے اللہ کو ہر چیز پر قدرت کامل ہے۔ قیامت کے دن کافرون کو سر کے بل چلانیکی طاقت بہی رکہتا ہے کہ سر کے بل بہی چلا سکے پس وہ کفار بدکردار کو سر کے بل چلائیگا سر نیچے ہوگا۔ پاؤن اوپر ہونگے (نمبر ۱۷ صفحہ ۹۴۳) **قولہ** بل برا الامر من السماء ای العلو المناسب للحکومۃ الی الارض ای المخلوق۔ **اقول** چونکہ آپنے عرش اور مسئلہ استوی مین معتزلہ کا مذہب اختیار کیا ہے جیسا کہ ہم اوپر لکہہ آئے ہین اور آپکی تفسیر بہی شاہد ہے کہ آپ پکے معتزلی ہین۔ گو اب آپنے اربعین کے جواب مین لکہا ہے کہ مجہپر اتہام لگایا جاتا ہے کہ مین معتزلی ہون بلکہ مین اہل حدیث ہون۔ ہم یہہ کہتے ہین کہ آپکی تفسیر جب آپکو معتزلی بتاتی ہے تو آپ کس بنا پر اہل حدیث کہلانیکے مستحق ہین۔ ہم افسوس کرتے ہین کہ بعض علمانے آپکو کس خیال سے اہل حدیث لکہا۔ آپ ابہی تک اپنی تفسیر کی غلطیون اور کجرویون پر قائم و مصر ہین جبتک آپ تفسیر کی غلطیون سے رجوع نکرین آپکو اہل حدیث کہنا سخت گناہ ہے اگر آپ معتزلی نہین تو تبلائے کہ آیت مذکورہ کی تفسیر جیسے آپنے کی ہے کس مفسر اہل سنت نے کی ہے نہ اپنے تفسیر بالحدیث کو قابل اعتبار سمجہا اور نہ صحابہ کی تفسیر کو معتبر جانا۔

(نمبر ۲۷ صفحہ ۵۵۸) **قولہ** زوجناکہا ای اعطیناک الاجازۃ فی نکاحہا بعد مضی العدۃ۔ **اقول** اس سے ثابت ہوا کہ آپکے نزدیک حضرت زینب رض کا نکاح آسمانون پر اللہ نے نہین کیا بلکہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا مین نکاح کرنیکی اجازت ملی تہی۔ یہہ بہی سید احمد نیچری اور مرزا قادیانی مردود کی تقلید ہے اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کے برخلاف ہے ام المومنین بی بی زینب کا دیگر ازواج مطہرات پر فخر کرنا دلالت

کرتا ہے کہ انکا نکاح آسمانوں پر اللہ تعالی نے باندہا تہا۔ کیا دیگر ازواج کا نکاح بدون
اجازت خداوند کریم کی کیا تہا۔ نہیں تمام بی بیون کا عقد اللہ کی اجازت سے کیا تہا۔ پس
بی بی زینب کی خصوصیت اسمین کیا رہی۔ اسلئے علماء اہل حدیث لکہتے ہین کہ صرف آسمانی نکاح
پر ہی حضرت نے کفایت کی۔ کسی حدیث کی کتاب مین منقول نہین کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے زمین پر مجمع صحابہ مین ایسا نکاح کیا ہو۔ ولہذا تقول انتفاخرہا زوجنی اللہ من فوق
سبع سموات والسفیر جبرائیل رواہ البخاری والترمذی واحمد وغیرھم اگر دنیا
مین نکاح ہوتا تو حضرت زینبؓ فرماتی کہ میرا نکاح اور بی بیون کی طرح سے ہوا۔ پس صریح
زوجنا کہا جسمین تزویج کی نسبت اللہ تعالی نے اپنی طرف فرمائی ہے دلالت مین کرتا ہی
کہ اللہ تعالی نے خود ہی بواسطہ جبرائیل کے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح کیا۔ نہ کہ اجازت
نکاح کی فانک نعم ما قال المفسر ومن یمیل وحذ وہ (نمبر ۳۷ صفحہ ۸۰۳) **قولہ** فبراہ اللہ مما
قالوا باظہار اعجازہ وعجزہم مقابلیہ۔ **اقول** یہ عجیب لطف کی بات ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تو زبان مبارک سے آیت کی تفسیر کچہہ فرماتے ہین اور ہمارے ہم عصر نوجوان مفسر صاحب کچہہ
اور ہی گائے جاتے ہین رسنئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفسیر یہہ ہے عن ابی ھریرۃ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان موسی کان رجلا حییا الخ فذالک
قولہ یا ایہا الذین امنوا یعنی حضرت موسی عم کو بنی اسرائیل ابرص اور ادر وغیرہ کہتے
تہے ایک دفعہ تمام کپڑے اتار کر ایک پتہر پر رکہدئے اور برہنہ غسل کرنے لگے وہ پتہر موسیٰ
کے کپڑے لیکر دوڑا بنی اسرائیل کے مجمع مین آکر ٹہر گیا۔ حضرت موسے عم بہی غصہ کی حالت
مین اوسکے پیچہے دوڑے۔ جب سبنے دیکہہ لیا تو یقین ہوا کہ موسی عم بیمار نہیں ہین اسطرح سے
اللہ نے موسے عم کو بری کیا۔ اس قصہ مین پتہر کا کپڑے لیکر دوڑنا اور پہر مجمع مخصوص
پر ٹہر جانا چونکہ معجزہ اور خلاف قانون قدرت تہا۔ اسلئے آپنے ایسی تفسیر کی کہ جس مین ایسا
معجزہ ثابت ہی نہ ہوا۔ اب یہہ انکار معجزہ نہین تو اور کیا ہے اور تفسیر بالرائے نہین تو اور کیا

خلاف کیون تفسیر کی اور حدیث کیون چہوڑ دی فہل ھذا الا تفسیر بالرای (انکار للعجزہ رنمبر ۴، صفحہ ۵۶) **قولہ** وکتبنا لہ فی الالواح من کل شی ای امرنا بکتابۃ الاحکام **اقول** یعنے تورات کے لکہنیکا ہمنے حکم دیا۔ یہہ بہی حدیث صحیح اور جمہور مفسرین اہل سنت کے خلاف ہے۔ حدیث صحیح مرفوع سے ثابت ہے کہ اللہ تعالی نے تورات کو اپنے ہاتہہ سے لکہا اور آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتہہ سے بنایا اور بہشت عدن کو اپنے ہاتہہ سے بنایا (صحیح بخاری) اس سے بڑہکر قرآن اور حدیث کی اور کیا مخالفت ہوگی کہ خداوند کریم فرماتا ہے کہ ہمنے لکہا اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ خدانے اپنے ہاتہہ سے لکہا یعنے کتابت کی نسبت اللہ تعالی نے اپنی طرف کی ہے لیکن آپنے الکلام المبین مین خاندان غزنویہ خصوصاً مولوی عبد الجبار صاحب پر بیجا حملہ کرتے ہوئے اونکو علوم عربیہ سے جاہل اور ناواقف تبلایا ہے۔ اور لکہا ہے کہ یہ نسبت مجازی ہے از قبیل بنی الامیر المدینۃ۔ مین کہتا ہون کہ مولوی عبد الجبار صاحب کی عربیت مسلم ہوچکی ہے یہانتک کہ حضرت مخدومی جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے میرے روبرو مولوی عبد الجبار صاحب کی علمیت کا اقرار کیا اور اونکی تحسین کی تہی ہم مانتے ہین کہ فصحاء و بلغاء کی کلام مین مجاز فی الطرف اور مجاز فی النسبۃ مستعمل ہوتا ہے لیکن استعمال مجاز کا وہ محل ہے کہ جس جگہ حقیقت متعسر یا متعذر یا ممتنع وغیرہ ہو۔ اور یہان ایسا نہین۔ کیونکہ اللہ تعالی کا اپنے ہاتہہ سے تورات کو لکہنا کوئی امر ممتنع نہین بلکہ ممکن بالذات ہے۔ پس خاندان غزنویہ کو برا کہنا ایسا ہے جیسا کوئی آفتاب کو برا کہے۔ یہہ خاندان نیک بخت اعلی درجہ کا راست باز مہاجر فی سبیل اللہ ہے۔ اشاعت علوم دینیہ مین ہر وقت ساعی رہتا ہے ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم * چشمۂ آفتاب را چہ گناہ۔

(نمبر ۵۷، صفحہ ۲۳) **قولہ** یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت ببرکۃ التوحید فی الحیوۃ الدنیا۔ **اقول** معتزلہ عذاب قبر کے منکر ہین۔ اور اہل سنت جو مثبت عذاب قبر ہین ثبوت عذاب قبر مین اس آیت اور دیگر آیات واحادیث سے استدلال لاتے ہین کیونکہ یہ آیت عذاب

قبر کے بارے مین نازل ہوئی ہے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلم اذا سئل فی القبر یشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ۔ فذالک قولہ یثبت اللہ الذین و فی روایۃ نزلت فی عذاب القبر اگر آپ معتزلی نہین تو اہل سنت کی طریق پر حدیث شریف ذکر کرتے اور اس مسئلہ کو۔ چونکہ مقام تفسیر تہا کہولدیتے اور کہتے کہ اس آیت سے عذاب قبر ثابت ہے تبہی تو اربعین کے مصنف نے آپکی نسبت لکہا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے معتزلہ کی تقلید سے ایسے معنے لکہے ہین کہ جس سے عذاب قبر اور سوال منکر نکیر ثابت ہی نہ ہو مطلب یہہ کہ معتزلہ کی تائید کی نہ اہل سنت کی (نمبر ۷ صفحہ ۳) **قولہ** والنالہ الحدید ای علمناہ الانۃ الحدید الخ **اقول** آپکی تقریر کا مطلب یہہ ہے کہ حضرت داؤد کو لوہا نرم کرنیکا طریقہ سکھلایا گیا تہا۔ جیسے آج کل بڑہئے اور انگریز مشینون اور کلون کی ذریعہ ہزار ہا من لوہا پگلا لیتے ہین اور مختلف چیزین اوسسے تیار کرلیتے ہین۔ ویسے ہی حضرت داؤد بہی بنالیتے تہے۔ پس اس سے معجزہ حضرت داود کا ثابت نہ ہوا تمام محدثین اور مفسرین اہل سنت اسی آیت سے ثابت کرتے ہین کہ حضرت داؤد صرف ہاتہہ لگاتے تو لوہا نرم ہوجاتا نہ یہ کہ انکو کوئی طریق اسباب طبعیہ سے لوہا نرم کرنیکا سکہلایا گیا تہا جیسے حضرت موسے کو سانپ بنانیکا کوئی طریقہ نہین تبلایا گیا تہا بلکہ اللہ کی قدرت سے عصا موسے کا سانپ بنجاتا تہا ویسے لوہا بہی حضرت داؤد کی ہتہیلی مین نرم ہوجاتا تہا ؎

چون عنایت قادری قیوم کرد ٭ درکف داؤد آہن موم کرد۔ قال فی جامع البیان والنالہ الحدید کالطین والشمع یصرفہ بیدہ من غیر نار ولا ضرب مطرقۃ۔ جب لوہا نرم ہوجاتا تو اوس سے مختلف سامان حرب وغیرہ بنالیتے جیسے فرمایا وعلمناہ صنعۃ لبوس لکم۔ پس صریح آیت والنالہ الحدید کی تحریف اس سے بڑہکر اور کیا ہوگی۔ (نمبر ۷ صفحہ ۳) **قولہ** حتی اذا فزع عن قلوبہم الخ حتی عاطفۃ لا غایۃ لہا **اقول** کیون نہ ہو فاضل ہون تو ایسے ہی ہون۔

تو ایسے ہی ہون ۔صحیح بخاری کے حاشیہ مین لکہا ہے کہ حتی غایت ہی مفہوم کلام سابق سے حیث قال ھذہ الغایة لمفہوم الکلام السابق ۔علمی غلطی کے علاوہ اور بہی آپنے اجگہہ گڑبڑ کردیا۔ اور فرشتون کی پرہائیکے متعلق جو صحیح بخاری مین حدیث آئی ہے اوسکو بہی آپنے ماشاء اللہ خوب ہی تسلیم کیا ہے واہ رے لیاقت ۔

(نمبر ۸، صفحہ ۳) **قولہ** والشمس تجری لمستقر لہا ای الی نقطة من الافق تصل علیہا کل یوم باعتبار کل موسم ۔ **اقول** یہ بہی حدیث کے برخلاف ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آفتاب کا مستقر نیچے عرش رب العالمین کو بیان فرمایا عن ابی ذر قال سئلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قولہ والشمس تجری الخ قال مستقرہا تحت العرش ۔تمام محدثین نے اس حدیث کی صحت کا اقرار کیا ہے وفسر النبی صلے اللہ علیہ وسلم المنزل علیہ القرآن ان مستقرہا تحت العرش تذھب وتسجد ھناك واذا كان العرش كرة محيطة فتحتها باعتبار مكان خاص من العرش صحیحین مین یون بہی آیا ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آفتاب جب ڈوبتا ہے تو خدا کے عرش کے نیچے ہوکر سجدہ میں گر پڑتا ہے پہر حکم ہوتا ہے کہ جس جگہ سے ہمیشہ نکلتا ہے وہین سے نکل ۔قیامت کے نزدیک مغرب سے طلوع کا حکم ہوگا الخ دیکہا یہہ ہے سچی تفسیر سچے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی جسپر ہمارا دل وجان سے ایمان ہے ۔حضرات علماء کرام جو کہ حدیث مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب کہلاتے ہین خصوصاً جنہون نے تفسیر ثنائی عربی اور ترک اسلام اور الکلام المبین کو صحیح تبلایا اور مولوی ثناء اللہ صاحب کو اہل حدیث سے شمار کیا ہے گذارش ہے کہ تفسیر ثنائی اور تفسیر نبوی کے درمیان اتنی مخالفت دیکہتے ہوئے آپنے اوسکو اہل سنت سے کس بنا پر شمار کیا ہے ۔ یہ بہین تفاوت راہ از کجا است تا بکجا ۔ (نمبر ۹، صفحہ ۳۴) **قولہ** وفدینٰہ بذبح عظیم ای امرناہ

بل ہو الکبش مکان اسماعیل الخ **اقول** آپکی بہی ایک حالت نہین رکئی رنگ بدلتی
ہین کہین توخرق عادت کوتسلیم کرلیتے ہین جیسا قصہ بقر اور حضرت عزیر مین اور
کہین ایسی تحریف کرتے ہین کہ صاف اوس معجزہ کا انکار پایا جاتا ہے کما سبق منا
فتذکرہ اون مین سے ایک یہہ قصہ ذبح دنبہ کا ہے آپکی اس تفسیر اور ترک اسلام
کی عبارت ملانیسے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بہشتی دنبہ کا فوراً آجانا اور حضرت اسماعیل
کے بجائے ذبح ہوجانیسے منکر ہین ذرا ترک اسلام کی عبارت کو غور سے پڑہین۔
درمنثور سے جو قول سعید بن جبیر رضہ کا آپنے الکلام المبین مین نقل فرمایا بیشک صحیح ہے
لیکن چونکہ اونہون نے کسی اور موقع پر اسکی تصریح نہین کی کہ وہ بہشتی دنبہ نہ تہا لہذا اس
کلام مین معہود فی الذہن بہشتی دنبہ ہونا چاہیئے بخلاف آپکی اس تفسیر کے کہ یہان الف
ولام الکبش مین عہدی نہین ہوسکتا۔ کیونکہ آپکا رسالہ ترک اسلام علانیہ کہہ رہا ہے
کہ مولوی ثناء اللہ بہشتی دنبہ کا منکر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ وہ دنبہ چالیس
برس بہشت مین چرتا رہا۔ ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم نے اس اثر کو نقل کیا ہے۔ امام
رازی نے بہی لکہا ہے کہ وہ دنبہ چالیس سال بہشت مین پرورش پاتا رہا تہا۔ محدثین کا
اصول ہے کہ صحابی کی جس بات تفسیر مین رائے کو دخل نہ ہو تو وہ حجت ہوتی ہے اور حکماً مرفوع
ہوتی ہے پس حضرت ابن عباس کے اس اثر کو حکماً مرفوع سمجہنا چاہیئے آپنے اس
اثر کو ضعیف اور کمزور کرنیکے لیئے الکلام المبین مین اس درجہ انصاف کو چہوڑا کہ عقل حیران
ہے چنانچہ آپ لکہتے ہین (حالانکہ محدثین کا فیصلہ ہے کہ ابن عباس کی روایتون مین سے
صحیح روایت علی بن ابی طلحہ کی ہے چنانچہ استاذ الہند شاہ ولی اللہ صاحب فوز الکبیر مین
فرماتے ہین احسن الطرق فی شرح الغریب ما صح عن ترجمان القرآن الخ ایسا ہی
نواب صدیق حسن خانصاحب نے فتح البیان مین لکہا ہے احسن الطرق عنہ
طریقۃ علی ابن ابی طلحۃ واعتمد علی ہذہ البخاری الخ) ان ہر دو عبارتون

مین لفظ احسن کا ترجمہ صحیح سے کیا ہے حالانکہ لفظ احسن جو اسم تفضیل کا صیغہ ہے ترجمہ
اسکا بہت اچھا ہے نہ صحیح۔ احسن سے مقصود اونکا یہہ ہے کہ ابن عباسؓ کی جو روائتین
علی بن ابی طلحہ کی طریق سے آئی ہین اعلیٰ درجہ کی اور سب سے اچھی ہین اور جو اونکی غیر سے
آئی ہین جیسی یہہ اثر بحوث عنہ وہ اچھا اور حسن ہے کیونکہ اسم تفضیل مفضل اور مفضل علیہ کو
چاہتا ہے۔ احسن کا ترجمہ صحیح کرنا نہ درایت سے ثابت ہے نہ روائت سے اب آپ ہی ازرا
انصاف سے فرماوین کہ آپکی جہالت ثابت ہوئی یا مولانا مولوی عبد الجبار صاحب کی جن کو
الکلام المبین مین کہین حاسد۔ اور کہین جاہل بنایا۔ اور کہین دیانندار یہ سے تشبیہ دی
ہے اور دیانند کو لفظ سوامی سے لکہا ہے جسکے معنے بزرگ کی ہین۔ ایسی توہین سے
اونکا کچہہ نہین بگڑا آپکا ہی ملک مین نام بد ہوتا ہے ؎ شب پرہ گروصل آفتاب
نخواہد :: رونق بازار آفتاب نکاہد۔ مجالس الابرار جو بڑے پایہ کی کتاب ہے اوسمین
لکہا ہے کہ اھانۃ العلماء کفر یعنی علماء کی اہانت کفر ہے۔ خیر خاندان غزنویہ سے
چونکہ آپکو شاگردی کا تعلق نہین تہا اونکی نسبت جو کچہہ زہر اگلا ہے اسکا بدلا وہ لین
یا چہوڑین اونکا حق ہے اسمین ہم کچہہ نہین کہہ سکتے لیکن مخدومی مکرمی حضرت جناب
مولانا مولوی احمد اللہ صاحب کی نسبت جو کچہہ لکہا ہے بہت ہی برا ہے کسی جگہ انکو
اریون کا حامی لکہا اور کسی جگہ بات کی پچ کرنیوالا اور کہین نزلہ گرانے والا وغیرہ وغیرہ
لکہکر اپنی اصلیت ظاہر کی ہے حالانکہ مولا ممدوح کے احسانات آپ پر اسقدر ہین
کہ قیامت تک اونکا شکریہ ادا نہین ہوسکتا ؎ :: در ہر سخن بحث کردن رواست +
خطا بر بزرگان گرفتن خطا است۔ اب فرمائے کہ آپ اوستاد کے عاق ہوئے یا نہین۔
میرے خیال مین تو عقوق ثابت ہے کیونکہ جن چیزون سے عقوق ثابت ہو وہ
سب آپ مین پائی جاتی ہین چنانچہ مبسوط مین لکہا ہے العقوق یثبت بثلاثۃ اشیاء الاول
بالایذاء قولاً او فعلاً۔ والثانی بالبخل والمنازعۃ والثالث بالاھانۃ سراً ا

جوہا یعنے ایذا اور بخل اور منازعت وغیرہ میں اوستاد سے عقوق ثابت ہوتا ہے۔ و فی
الظہیری ومن امتنع کلمۃ من الاستاذ او حول عنہ وجہہ فھو عاق لایقبل عنہ
الصلوۃ والصوم والحج والزکوۃ ولایقبل شہادتہ ولایجوز الذبح من یدہ
وذبیحۃ العاق والکافر سواء وکان فی النار مع الکافرین الا ان یتوب و
یرضی عنہ استاذہ فیصیر مسلما کما اسلم الکافر عن الکفر وبہ یفتی انتہی
یعنے عاق کا نہ روزہ قبول ہے نہ نماز نہ حج اور نہ اوسکی عبادت قبول ہوتی ہے اور اسکے
ہاتھ کا ذبیحہ جائز نہیں ہاں اگر توبہ کرے اور اوستاد راضی ہوجاوے تو پھر جائز ہے۔
براہیہ میں لکھا ہے او خاصم مع الاستاذ لایجوز شہادتہ ولایقبل عبادتہ عند
اللہ تعالی یلجلج لسانہ عند الموت ولایجوز الصلوۃ خلف العاق من الاستاذ
یعنے جو شخص اوستاد کا عاق ہو اسکے پیچھے نماز جائز نہیں ولاتقل لھما اف الخ
وبھذا النص ثبت حق الاستاذ علی التلمیذ وکذا حق الشیخ علی الطالب
بالاستاد والشیخ افضل من الاب فادبہ اولی من ادبہ (نقل تفسیر احمدی)
مشایخ کا قول ہے من قال لاستاذہ لم فلایکون خیرا قط۔ کتاب تعلیم
المتعلم میں امام ارنوجی شاگرد صاحب ہدایہ نے لکھا ہے فالحاصل انہ یطلب
رضاہ ویجتنب سخطہ ویطیع امرہ فی غیر معصیۃ ولاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ
الخالق ابن حجر مکی نے کتاب الزواجر میں لکھا ہے کہ عالم کا استخفاف گناہ کبیرہ ہے عن ابی
امامۃ ان رسول اللہ صلعم قال ثلثۃ لایستخف بھم الا منافق ذو الشیبۃ فی الاسلام
وذوالعلم وامام مقسط ..... اور تکفیر بھی ہے مولوی عبدالحی صاحب نے بھی مجموعہ فتاوے میں ایسا ہی
لکھا ہے کہ علما سب لوگوں سے افضل ہیں۔ دوسری جگہ یہ لکھا ہے کہ اوستاد شاگرد
پر والدین سے زیادہ مہربان ہوتا ہے کیونکہ والدین دنیوی آفت سے حفاظت کرتے ہیں اور
اوستاد آخرت کی نار سے بچاتا ہے [illegible]

والامہات یحفظونہ من نار الدنیا وآفاتہا والعلماء یحفظونہ من نار الا
خرۃ وشدائدھا اسکے بعد ایک حدیث لکھی ہے جسکے الفاظ یہ ہین قال علیہ
السلام من اغبرت قدماہ فی طلب العلم حرام اللہ جسدہ علی النار واستغفر
لہ ملکان وان مات فی طلبہ مات شہیدا وکان قبرہ روضۃ من ریاض الجنۃ
ویوسع لہ فی قبرہ مد بصرہ وینور علی جیرانہ اربعین قبرا عن یمینہ واربعین
قبرا عن یسارہ واربعین عن خلفہ واربعین امامہ ونوم العالم عبادۃ ومذا
کرتہ تسبیح ونفسہ صدقۃ وکل قطرۃ نزلت من عینیہ تطفی بحرا من جہنم
فمن اھان العالم فقد اھان العلم ومن اھان العلم فقد اھان النبی ومن
اھان النبی فقد اھان جبرائیل ومن اھان جبرائیل فقد اھان اللہ ومن
اھان اللہ اھانہ اللہ یوم القیامۃ انتہی ۔ جس غرض کے لیے مین نے یہ حدیث
نقل کی وہ یہہ ہے کہ عالم کی توہین سے علم کی توہین لازم آتی ہے اور جس نے علم کی توہین
کی اوسنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کی اور جس نے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی توہین کی اوسنے جبرائیل کی اور پہر خداوند تعالے کی توہین کی پس یہ سلسلہ خدا تک
ختم ہوکر رہتا ہے ۔ اب کیا حال ہے اوس شخص کا کہ جس نے اپنے اوستاذ کی نسبت ایسی
توہین کے الفاظ کتاب مین لکہے ہون کہ جن کو پڑہکر دل پارہ پارہ ہوا جاتا ہے اور مارے
غصہ کے بدن پر حالت رعشہ کی طاری ہوجاتی ہے وہ ہمارے ہم عصر مفسر امرتسری
صاحب ہین کہ جنہون نے نہ صرف زبانی طعن وتشنیع پر بس کی بلکہ گندے الفاظ سے
اپنی کتاب کو خود ہی ردی کر دیا اور جناب مولانا مولوی احمد اللہ صاحب کو کبیدہ خاطر کیا
چونکہ رسالہ الکلام المبین شائع ہوکر ملک کے دور دراز حصون مین تقسیم ہوگیا ہے اسلیے اسکا
تدارک اب بہت ہی مشکل ہے ع خیال زلف دوتا مین نصیر پیٹا کر ۔ گیا ہے سانپ
نکل اب لکیر پیٹا کر ان تمام وجوہات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ عاق ہین اگر آپ کہین کہ

گو مجھہ مین شرائط عقوق پائے جاتے ہین لیکن مولانا مولوی احمد اللہ صاحب نے جو نکو
بذریعہ اشتہار و اخبار اعلان نہین کیا کہ مولوی ثناء اللہ میرا عاق ہے لہذا مجھپر عاق استاد
کا فتوے چسپان نہین ہو سکتا تو اسکا جواب یون سمجھنا چاہئے کہ جب اوصاف اور شرائط
عقوق آپ مین پائے گئے تو عقوق بھی پایا گیا ہمنے کسی کتاب فقہ مین نہین دیکھا کہ
تحقق عقوق کے واسطے اعلان اوستاد کا شرط ہے بلکہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
جو عقوق والدین کے متعلق وعید فرمایا ہے اوسمین بھی یہہ شرط نہین کہ والدین
کی تحریر یا تقریر عقوق کے لیے ضروری ہے پس اوستاد جسکا درجہ والدین سے زیادہ
اوسکی عقوق کے واسطے اعلان کیسے شرط ہو سکتا ہے ورنہ آپ ہی فرماوین کہ کس کتاب
مین یہہ شرط لکھی ہے یہہ مولوی صاحب کی دلعزیزی .... مانع اعلان ہے ورنہ کون کہہ سکتا ہے
کہ یہ الفاظ توہین کے نہین ہین ؎ بزرگش نخوانند اہل خرد * کہ نام بزرگان بزشتی برد -
خلاصہ وفتاوے برہنہ وتحفۃ الفقہا مین لکھا ہے العاق یصیر عاقا باربعۃ اشیاء الاول
ان یحقر الاستاد ویظہر عیبہ عند الناس وینکر عن امر الاستاد وسب الاستاد -
(نوہ العادنین) العاق من الاستاد لا یرجو الغفران بالاستغفار سراً وجہراً وحکمہ انہ
لا یجوز الصلوٰۃ خلفہ وترد القاضی شہادتہ عوارف المعارف مین لکھا ہے من قال
لاستادہ عند مقالتہ لیس کذالک لا یفلح ابداً شاہ ولی اللہ صاحب اور نواب صدیق حسن
خانصاحب کی عبارت کو اپنے لیے مفید سمجھنا گویا مجمع طلبار مین اپنی تضحیک کرانی ہے
غرض جمہور مفسرین اہل سنت مانتے ہین کہ حضرت اسمٰعیل کا دنبہ چالیس برس
بہشت مین چرتا رہا - پھر اللہ تعالی نے اسکو اسماعیل ؑ کے بجائے ذبحہ کرنیکا حکم فرمایا لیکن
آپ اسکے مخالف ہین پس ثابت ہوا کہ آپکی تفسیر تفسیر نبوی اور تفسیر صحابہ ومفسرین اہل
سنت کے برخلاف ہے -

(نمبرہ ۸ صفحہ ۳۰۳) **قولہ** وھل اتاک نبؤا الخصم اذ تسوروا المحراب الخ **اقول** آپکا مطلب

یہہ ہے کہ حضرت داؤد کے پاس مدعی اور مدعی علیہ آئے تھے خاص فرشتے نہ تھے ۔
ترجمان القرآن حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ دو فرشتے بصورت انسان آئے
تھے نجاء ملکان بصورۃ رجلین ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اصحابی کے
قول کے ہوتے ہوئے اپنی رائے کو مقدم نہ رکھے ۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے
منقول ہے اترکو قولی بقول الصحابۃ ۔ ایسا ہی دیگر ائمہ مجتہدین و بزرگان اہل
حدیث فرماتے گئے ہین البتہ اب آپ ایک نئے اہل حدیث ہوئے ہین کہ صحابہ
کی تفسیر سے اپنی تفسیر بالرائے کو مقدم جانتے ہین کما یظہر من تفسیر القرآن
(نمبر ۱۸ صفحہ ۳۰۸) **قولہ** فیہ اشارۃ الی انہ علیہ السلام لم یکن نسی بالا
شتغال بالخیل الخ **اقول** اس دعوے پر کہ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑون
کے معاینہ کے وقت نماز سے ساہی نہین ہوئے تھے کوئی دلیل نقل نہین کی ۔ حدیث
اور اقوال صحابہ تو در کنار رہے کسی محدث کا قول ہے اگر آپ لکھتے تو بہی آپ کا قول
کچھہ وزن رکھتا ۔ سنئے مین آپکو صحیح روایت بتلاتا ہون ۔ روایات معتبرہ سے ثابت
ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام غزوہ کے تیاری کے لیے گھوڑون کا معاینہ کر رہے
تھے کہ نماز فوت ہوگئی یہان تک کہ سورج غائب ہوگیا حتی توارت بالحجاب دیکھو معالم
التنزیل وغیرہ اسی طرح حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہی غزوہ خندق مین واقعہ
پیش آیا کہ نماز عصر بہول گئے یہان تک کہ آفتاب ڈوب گیا ۔ چونکہ ادائے نماز ایک
دینی کام تہا ۔ اور جنگ فی سبیل لاعلاء کلمۃ اللہ بہی دین کا کام تہا پس ایک دینی کام
مین اشتغال سے دوسرے کا سہو از کہ ہونا قابل گرفت اور قادح فی النبوت والعصمۃ نہین
رہا آیت کا مطلب سو وہ بہی واضح ہے کہ اہل اللہ اور بندگان خدا کو تجارت وغیرہ امور دنیوی
اللہ کے ذکر سے مشغول نہین کرتے تہے تو آپکو معلوم ہو ہی گیا ہے کہ حضرت انبیاء علیہم
السلام کا یہ فعل کسی دنیوی غرض کے لئے نہ تہا بلکہ دشمنان خدا کے ساتھہ تہیہ جنگ کی

لیے تھا پس آیت لا تلہیہم تجارۃ سے آپکا دعوی ثابت نہ ہوا چونکہ اس قصہ مین بہی ایک
معجزہ اور خلاف قانون قدرت پایا جاتا تہا یعنے آفتاب کا بعد غروب ہونیکے واپس نکل
آنا لہذا اپنے اس تمام قصہ کو ہی اوڑا دیا۔ حضرت علی مرتضی جو شہر علم کے دروازہ تہے اور جنکی
صفت مین حضرت عمر رض فرماتے ہین لولا علی لہلک عمر اس آیت کے معنے یون بیان
کرتے ہین وحکی عن علی انہ قال فی معنی قولہ ردوہا علی یقول سلیمان بامر اللہ
عز وجل للملائکۃ الموکلین بالشمس ردوہا علی یعنی الشمس فردوہا علیہ حتی
صلی العصر فی وقتہا۔ (معالم) یعنے فرشتون نے اللہ کے حکم سے ڈوبے ہوئے آفتاب
کو پہر نکالا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے عصر کی نماز کو اپنی وقت مین پڑہ لیا۔ اس
روایت کی نسبت شاید آپ یہہ کہکر پیچہا چہوڑانا چاہینگے کہ یہہ تو صحابی کی تفسیر موقوف
ہے والموقوف لیس بحجۃ تو جان لینا چاہیئے کہ اصول حدیث مین لکہا ہے کہ صحابی
کی تفسیر جس مین رائے کو دخل نہ ہو وہ حجت ہوا کرتی ہے جیسا صاحب اتقان نے حاکم
وغیرہ کے قول سے مدلل لکہا ہے۔ اور آپنے رسالہ الکلام المبین مین اتقان کی پوری
عبارت نہین لکہی اخیر کا فقرہ یعنے فاعتمد الاول کو جو آپکی تردید کرتا تہا نہین لکہا جس
سے آپکی دیانتداری کا حال مترشح ہوتا ہے اسکو بہی جانے دیجئے۔ مین آپکو رد شمس
کے متعلق ایک صحیح حدیث بتلاتا ہون امام طحاوی اور طبرانی نے حضرت اسماء بنت عمیس
سے نقل کیا ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ صہبا مین جو خیبر کے متصل ایک موضع ہے
تشریف رکہتے تہے۔ آپ پر وحی نازل ہوئی۔ اور حضرت علی رض کے زانو پر آپکا سر
مبارک رکہا ہوا تہا کہ آپ سو گئے۔ حضرت علی رض نے نماز عصر نہین پڑہی تہی۔ یہانتک
کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپنے پوچہا کہ یا علی تمنے عصر کی نماز وقت
پر پڑہی یا نہین حضرت علی رض نے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہین۔ اسیوقت
آپنے جناب الہی مین دعا کی کہ یا الہی یہہ علی رض تیرے سچے نبی کے تابعداری مین مشغول

تب آفتاب کو باہر لاتا کہ صلوٰۃ عصر کو پڑھ لیوے۔ حضرت اسماء رضہ کہتی ہین کہ مین نے بچشم خود دیکھا کہ آفتاب واپس لوٹ آیا اور حضرت علیؓ نے نماز پڑہلی اس حدیث کو علامہ سیوطی نے کشف اللبس فی حدیث رد الشمس مین صحیح لکہا ہے بعل اللتیا والتی یہہ بات بخوبی ذہن نشین ہو گئی کہ آپکو اس معجزہ سے بہی انکار ہے اور آپکی تفسیر میتن دیر سر اپا اغلاط اور تفسیر نبوی اور اقوال صحابہ کے برخلاف ہے۔

(نمبر ۴۲ صفحہ ۱۳۰) **قول** فصعق من فی السموات ومن فی الارض الخ وھی النفخۃ الثانیۃ قبل الثالثۃ الخ **اقول** آپ کہتے ہین کہ قیامت کو تین نفخہ ہونگے۔ مین کہتا ہون کہ آپکو غور کرنے نہ پایا۔ آپ اتنا نہین جانتے کہ حدیثون سے کتنے نفخہ ثابت ہین ایک وقت تہسے آپ بہی سمجہے ہین کہ آپنے نہ حدیث مین توغل کیا اور نہ غور سے حدیث پڑہی مجہکو یاد ہے کہ جب مین دہلی مین رہتا تہا اور عرصہ چار سال تک میان صاحب مولوی نذیر حسین صاحب کی خدمت بابرکت مین علم حدیث پڑہتا رہا تہا اس اثنا مین آپ ماہ رمضان مین دہلی پہونچے اور میان صاحب سے کتب صحاح طرفا طرفا سنکر سند لینی چاہی تہی تو میان صاحب مرحوم نے فرمایا تہا کہ اس سند سے تمکو کیا حاصل ہوگا۔ چونکہ میان صاحب ہر دل عزیز تہے آخر شاید اونہون نے کچہہ لکہدیا تہا۔ غرض ابتدا ہی سے آپکو عیسائیون آریون وغیرہ سے گفتگو کرنیکا شوق رہتا تہا اور عموماً یہہ دیکہا گیا ہے کہ ایسی طبائع کے لوگ جامع۔ اور ماہر۔ اور محقق نہین ہوا کرتے تبہی تو یہہ خرابی واقع ہوئی ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کچہہ فرما رہے ہین اور آپ کچہہ اور کہہ رہے ہین چنانچہ اسی مین ملاحظہ کیجیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو نفخہ بیان فرمائے ہین۔ اولی اور ثانیہ۔ اور آپ تین تبلارہے ہین عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما بین النفختین اربعون الخ (صحیح بخاری ومعالم) یہ حدیث صاف کہہ رہی ہے کہ دو ہی نفخہ ہونگے ورنہ تیسرے کا ذکر ضروری چاہیے تہا۔ امام غزالی بہی

دوہی نفخہ کے قائل ہین حیث قال ینفخ النفخۃ الاولی فصعق من فی السموات والا
رض ثم قال ثم یحی اللہ اسرافیل فیامرہ ان ینفخ الثانیۃ فذلک قولہ ثم نفخ فیہ اخریٰ
اسکے آگے لکہتے ہین والراجفۃ ھی النفخۃ الاولی والرادفۃ ھی الثانیۃ - کہیئے
کہ اب بہی معلوم ہوا یا نہین کہ آپکی تفسیر تفسیر نہین بلکہ تحریف ہے خداوند ہادی برحق اس
سے بچائے (نمبر۳، صفحہ ۲۰۴) **قولہ** الانسان مہملۃ لا کلیۃ - **اقول** الانسان
کو مہملہ لکہنا آپکے مہمل ہونیکی کافی دلیل ہے - کیون نہ ہو آخر منطقی بہی تو ہین - ماشاءاللہ
منطقی بہی کیسے کہ میرزاہد وغیرہ کی ہستی انکے آگے گیا ہے اسی علمیت اور لیاقت پر تو
الکلام المبین مین حضرت مخدومی جناب مولانا مولوی احمد اللہ صاحب اور جناب مولانا
مولوی عبدالجبار صاحب وغیرہ جماعت غزنویہ کو بار بار کوسا اور برا بہلا کہا ہے کہین
جاہل کہین متعصب وغیرہ سے یاد کیا ہے - اپنی واقفیت کا یہہ حال ہے کہ الانسان
کو مہملہ لکہدیا اور یہہ نہ سمجہا کہ مہملہ اور شخصیہ اور کلیہ اوصاف قضیہ سے ہین اور قضیہ
مرکب ہوتا ہے موضوع اور محمول اور نسبت حکمیہ یا ان تینون سے مع الحکم - اور
الانسان تو مفرد ہے یعنے قضیہ نہین بلکہ آیت زیر بحث مین لفظ الانسان مجرور ہے
اور الیسا غوجی پڑہنیوالے بہی جانتے ہین کہ مجرور من حیث ہو ہو کبہی مہملہ کا اطلاق
صحیح نہین ہو سکتا کیونکہ جار مجرور متعلقات محمول سے ہوا کرتا ہے - جبکہ صرف محمول پر مہملہ اور
شخصیہ کا اطلاق صحیح نہین تو محمول کے متعلقات پر مہملہ کا اطلاق بطریق اولے درست نہ
ہوگا - نئے مفسر صاحب زرا غور کرو - (نمبر ۴ ، صفحہ ۱۰۴) **قولہ** فما بکت علیہم السماء ای
لم یترحم علیہم احد من اھل السماء ولا من اھل الارض لقولہ تعالے بل ہم بہیتا
دینکم العل اوۃ **اقول** امرتسری مفسر نے یہان بہی نرالی چال چلی ہے صحابہ و تابعین اور
تمام اہل سنت خصوصا فرقۂ اہل حدیث اس امر کے قائل ہین کہ ایماندار کے مرجانے پر آسمان
اور زمین روتے ہین - آسمان تو اس لیے کہ اعمال صالح کا آسمانون کی طرف چڑہنا بند

ہو جاتا ہے جس سے وہ ناخوش ہو کر روتے ہین اور زمین اس لیے کہ اوسپر نیک عمل
کرتا تھا اوسکے مرنے پر رنجیدہ ہو کر روتی ہے مگر فرعون اور اسکے اتباع پر نہ آسمان رویا اور نہ
زمین نے گریہ زاری کی چنانچہ یہہ ہی مطلب حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما من عبد الا ولہ فی السماء بابان باب یصعد منہ
عملہ وباب ینزل علیہ منہ رزقہ فاذا مات فقداہ وبکیا علیہ وتلا ھذہ الایۃ
فما بکت علیھم السماء والارض وذکر انھم لم یکونوا یعملون علی وجہ الارض
عملا صالحا تبکی علیھم ولم یصعد الی السماء من کلامھم ولا من عملھم کلام
طیب ولا عمل صالح فتفقدھم وتبکی علیھم تفسیر کبیر مین اس حدیث کے بعد ایک
اور بہی حدیث لکہی ہے ونقل صاحب الکشاف عن النبی صلے اللہ علیہ والہ وسلم
انہ قال ما من مومن مات فی غربۃ غابت فیھا بواکیہ الا بکت علیہ السماء
والارض یعنے جو مومن سفر کی حالت مین مرجاوے اور اوسپر کوئی نہ روئے
تو آسمان اور زمین روتے ہین اس حدیث کو اگر تاویل کے زد سے بچایا جائے تو صاف
دلالت کرتی ہے کہ آسمان اور زمین کا رونا ممکن ہے اور حدیث اول سے جیسا یہ
ثابت ہوا کہ ہر ایک بندے کے لیئے (نہ یہہ کہ نیک آدمی کے لیے جیسا مفسر صاحب
نے الکلام المبین مین حسب عادت شریف تحریف کی ہے) آسمانون مین دروازے
ہین اوسکے مرنیسے وہ روتے ہین ویسا ہی یہہ ہی ثابت ہوا کہ زمین بہی روتی ہے مگر
فرعونیون پر کہ نہ آسمان رویا اور نہ زمین نے بکا کی - فرقہ اہل حدیث چونکہ قرآن وحدیث
کو سب پر مقدم جانتا ہے - اور قوت علمیہ اور عملیہ کا استکمال اسی سے سمجھتا ہے - لہذا اونکا
ایمان ہے کہ جیسا ہر چیز کی تسبیح قرآن مجید سے ثابت ہے وان من شی الا یسبح بحمدہ
ویسا ہی اسپر بہی ایمان رکہتا ہے کہ آسمان و زمین نیک بندون کی مرنیسے روتے ہین -
مگر وہ لوگ کہ فلسفہ یونان کے زیادہ دلدادہ اور شیدا ہین - اور معتزلہ اور نیچریہ کے ہم خیال

ہین اول تو انکو آسمان کے وجود مین ہی کئی نوع کے شکوک واقع ہوتے ہین۔ بالفرض
اگر اس سے زرا بچے تو ان کو یہہ حیرانگی اور سراسیمگی واقع ہوتی ہے کہ آسمان کیسا اور
اوسکا رونا کیسا اون مین ہمارے ہمعصر مفسر صاحب ہین کہ وہ بھی اس پریشانگی سے نہ
چھوٹے اور اس عمیق گڑھے ضلالت مین ایسے اوندہے گرے ہین کہ اب تک ہوش نہین
سنبھالتے۔ یہہ باتین اونکی دیکھکر ہمین رونا آتا ہے اور بار بار سمجھانا پڑتا ہے ؎ اگر
بینم کہ نابینا و چاہ است ۔ اگر خاموش بنشینم گناہ است۔ مگر مولوی صاحب کو ان ہمارا
شکر یہ ادا کرین اور نہ اونسے امید ہے کہ وہ ایسا کرینگے کیونکہ وہ تو یہہ ہی کہے جاتے ہین
کہ انکی عدم ترحم زمین اور آسمان والون کا مراد ہے نہ آسمان اور زمین کا رونا۔ اور اپنے
خیال کی تائید یہان تک کرتے ہین کہ حدیث مذکور کو الکلام المبین مین ضعیف بتا کر
لکھ دیا کہ یہ حجت نہین اور یہ نہ سوچا کہ اگر بالفرض یہہ ضعیف ہی ہو تو بھی مفسر تنا کی
قول سے مقدم ہے۔ ضعیف حدیث بمقابلہ صحیح کے حجت نہین ہوا کرتی یہ آپکو کسنے بتایا
کہ مطلق حجت ہی نہین۔ اور موسے بن عبیدہ اور یزید بن ابان کو جو لکھا ہے کہ حجت اور
قوی نہین تو اسکا یہہ ہی مطلب ہے کہ جب ان دونون کی حدیث کسی ایسے ثقہ کی حدیث
کے مخالف اور معارض ہوگی جو انسے زیادہ معتبر اور بڑے پایہ کا ہوگا تو اوسوقت انکی حدیث
کو بشرط عدم توافق و عدم تطبیق کے ترک کیا جائیگا۔ اگر یہہ ہو کہ مطلق انکی حدیث قابل
تسلیم نہین جیسا کہ مفسر امرتسری صاحب کا منشا ہے تو محی السنۃ بغوی تفسیر معالم مین اسکو
آیت زیر بحث کی تفسیر مین کیون لاتا۔ نیز اس مین چونکہ کوئی عمل متعلق حکم کے نہین لہذا
ایسی حدیث محدثین کے اصول کے مطابق وعظ اور خوف وغیرہ مین مانی جاتی ہے۔ اور انکا
ان ہر دو راویان حدیث کو شیخ سعدی کے قول کا مصداق ٹہرانا ؎ یکے دزد ہا شد و گر
پردہ دار۔ اور انکے حق مین طعن و تشنیع کرنا۔ دیانتداری اور تقوے کی برخلاف ہے۔
جس شخص کا یہ دعوی ہو کہ مین اہل حدیث ہون۔ میرا قول اور فعل اور تحریر مطابق حدیث

مصطفے صلے اللہ علیہ والہ وسلم ہے اوسکے لیئے تو بڑی ہی ندامت اور شرم کی بات ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ والہ وسلم تو یون ارشاد فرماوین کہ اے لوگو مردون کو برا مت کہو عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم لا تسبوا الاموات فانھم قد افضوا الی ما قدموا اور یہہ مرگان حاملین حدیث کو دشنام دیا جائے۔ حدیث کے راوی کو چور کہنا اس سے بڑھکر اور کیا سب ہے امید ہے کہ یہہ ہی حضرات رحمہا اللہ قیامت کے دن تمسے خدا کے روبرو اسکا مواخذہ کرینگے۔ ڈرو اللہ سے اور اوسکے سخت پکڑنے سے ؎ تو مشو مغرور بر حلم خدا۔ دیر گیرد سخت گیرد مر ترا۔ (نمبر ۵ صفحہ ۲۳۳) قولہ دتقول ھل من مزید نارئین اعلی ھذا المقدار یقال لہا ھذا قبل ان یلقی فیہا کل من کانت الخ و فیہ اشارۃ الی توجیہ ما روی فی الحدیث المتفق علیہ الخ **اقول** چونکہ حدیث نبوی مین جو در حقیقت تفسیر القرآن ہے کما قال الشافعیؒ وغیرہ خدا کے لئے لفظ قدم اور رجل آیا ہے اور مفسر امرتسری صاحب کے نزدیک خداوند کریم کے لیئے رجل بمعنے پاؤن کا ہونا خلاف عقل تھا۔ اسلئے آیت کے ایسے معنے لکھے جو صریح منطوق حدیث کے برخلاف ہے قال علیہ السلام حتی یضع الرب رجلہ۔ حتی یضع الرب قدمہ۔ حتی یضع الجبار قدمہ۔ اسکے علاوہ اور بھی الفاظ نبی کریم صلے اللہ علیہ والہ وسلم نے زبان مبارک سے بیان فرمائے کہ خداوند تعالی قیامت کے دن جہنم مین اپنا پاؤن رکھیگا۔ اس پر کم عقل لوگ اعتراض کرتے مین کہ خدا کیسا اور اوسکے پاؤن کیسے اس سے تو خدا کا مجسم ہونا ثابت ہوتا ہے جو کہ اسلامی تعلیم کے برعکس ہے اسکا ایک جواب تو مفسر صاحب نے دیا ہے یعنے خدا کے لیے پاؤن کا انکار کرتے ہوئے رجل اور قدم سے قوم مراد لیا ہے۔ لیکن یہہ جواب بالکل مگر ور اوہن من بیت العنکبوت ہے اسلئے اس سے صفت باری تعالی کا انکار لازم آتا ہے۔ قرآن شریف اور حدیث صحیح کے اکثر مواضع مین اللہ تعالے کے لئے ہاتھہ پاؤن آنکھہ پنڈلی اور نفس وغیرہ کا

وجود نکلتا ہے پس حقیقی جواب اسکا یہہ ہے کہ جیسے خدا کی ذات بے مثل و بے کیف
ہے ویسے ہی اوسکے ہاتھہ پاؤن بلا تشبیہ اور بلا کیف ہین۔ لیس کمثلہ شئ وھو السمیع
البصیر خدا کا مجسم ہونا اوسوقت ہوسکتا ہے جب کہ ہم یہہ کہین کہ خدا کے پاؤن اور ہاتھ
زید کے مثل ہین واذ لیس فلیس اور اسلام اس عقیدہ یعنے مجسمہ اور مشبہہ سے
روکتا ہے۔ بلکہ انکو کفر بتلاتا ہے۔ دنیا مین کون مذہب ہے جو خدا کے لئے ہاتھہ پاؤن
وغیرہ ثابت نہین کرتا۔ یہود اور عیسائی تو مانتے ہی ہین کہ خدا کے لئے ہاتھہ اور پاؤن
ہین۔ ہندون کی کتابون مین بہی لکہا ہے بلکہ اونہون نے تو اللہ تعالے ...... کو واسطے
نعوذ باللہ سر مین اور ناف وغیرہ بہی لکہدیا ہے۔ بہلا یہہ لوگ کس مونہہ سے اسلام
کی صاف اور سچی تعلیم پر اعتراض جما سکتے ہین جس سے اوٹہانے کے لیے مفسر صاحب
نے اتنی تکلیف اوٹہائی کہ تفسیر نبوی کے برخلاف قلم کے گہوڑے کو اس قدر تیز کیا کہ
اب تہم نہین سکتا قال محی السنۃ الرجل والقدم فی ھذہ الحدیث من صفات
اللہ تہ یعنے رجل اور قدم اس حدیث مین اللہ کے صفات سے ہے۔ اسیکے موافق اور
مفسرین اہل سنت نے بہی لکہا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری نے
فتح الباری مین بڑی تحقیق سے لکہا ہے کہ اہل حدیث کا یہ مذہب ہے کہ خدا کے ہاتھہ
اور پاؤن بہی ہین لیکن بلا تشبیہ اور بلا کیف وعن العیوب وموجب التمثیل والتشبیہ جل اللہ ذو السلطان
(نمبر ۸۶ صفحہ ۳۲۶) **قولہ** والبیت المعمور ای المساجد۔ **اقول** واللہ اعلم کیا
ماجرا ہے کہ آپکو حدیث سے کچھہ کاوش ہے یا جہالت کہ حضور انور رسالت مآب صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے بیت معمور کو ساتوین آسمان مین فرمایا ہے اور آپ کہتے ہین کہ نہین
بلکہ عام مساجد مراد ہین حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخصیص اور آپ جیسے اہل حدیث
کی تعمیم قابل غور ہے قال علیہ الصلوۃ والسلام البیت المعمور فی السماء السابعۃ
یدخلہ کل یوم سبعون الف ملک لا یعودون الیہ حتی تقوم الساعۃ بیہقی

ابن جریر حاکم - گویا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (نعوذ باللہ) آپ مقابلہ کر رہے ہین کیونکہ
آپکی تفسیر تفسیر نبوی کے برخلاف ہے - الکلام المبین مین آپنے اسکے جواب مین مسجد قبا کی
نظیر دی ہے - حالانکہ اوسکی نظیر یہان چسپان نہین ہو سکتی کیونکہ لمسجد کی تفسیر مین دونون
طرف حدیثین موجود ہین - ایک حدیث مین مسجد قبار کا ذکر ہے - دوسری مین
مسجد نبوی کا کما یظہر من معالم التنزیل اسی لیے اس کی تفسیر مین مفسرین اہل
سنت کا اختلاف ہوا ہے محققین کہتے ہین کہ آیت مین لفظ مسجد دونون مسجدون
کو شامل ہے - اور بعض محدثین کہتے ہین کہ مسجد قبار والی حدیث زیادہ قوی ہے
غرض کچھہ ہی ہو چونکہ ہر دو جانب حدیثین موجود ہین - ہر فریق اپنے اپنے ثبوت مین
حدیث لاتا ہے - بخلاف آیت زیر بحث کی کہ کسی حدیث مین بیت معمور کا نام مساجد
نہین آیا اور نہ کسی حدیث مین اسکی تصریح موجود ہے بلکہ کسی اصحابی اور تابعی کے قول
مین بہی اسکا ذکر نہین آیا کہ بیت المعمور عام مساجد ہین - تفسیر کبیر مین لکھا ہے
الاول ھو بیت فی السماء العلیا عند العرش پس آپکی تفسیر تمام اہل سنت کے
برخلاف ہے بنا ءعلی ہذا - آپکی انصاف پر چھوڑا جاتا ہے کہ ایسی مخالفت پر آپ کس
لقب کے مستحق ہین - کیا آپکو اہل حدیث کہا جائے یا معتزلی اور نیچری - میرے خیال
مین بقول مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آپ پکے نیچری اور چھٹے ہوئے معتزلی
ہین - (نمبر ۷ ۸ صفحہ ۳۹ ۴) **قولہ** عند سدرۃ المنتھی ای عند انتھاء مراتب
الکمال للانسان الخ **اقول** بہت شور سنتے تھے پہلو مین دلکا * جو چیرا تو
ایک قطرۂ خون نہ نکلا - بڑا شور وغل مچ رہا تھا کہ مولوی ابو الوفا ثناء اللہ صاحب
مطابق اہل حدیث کے عربی تفسیر لکھہ رہے ہین - جب مطالعہ سے گذرے تو نام ہی
نام نظر آیا - اظہار مطالب اور ایضاح معانی وغیرہ سے بالکل خالی پایا بلکہ صحیح حدیثون
کے برخلاف مشاہدہ کیا - آیت مذکورہ کی تفسیر مین سدرۃ المنتہے سے مفسر امرتسری

کے نزدیک یہ انتہا مراتب کمالی انسانی کا نام ہے۔ مگر مخدوم اعظم حضور انور جامع کمالات
ظاہری و باطنی حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکی تفسیر یون فرماتے ہین کہ جب مین شب
معراج مین سدرۃ المنتہیٰ تک پہونچا تو کیا دیکھتا ہون کہ اوس درخت کے میوے
مشکون ہجر کی برابر ہین اور پتے اوسکے ہاتہیون کے کانون کی برابر ہین ثم رفعت
الی سدرۃ المنتہی فاذا نبقہا مثل قلال ھجر واذا ورقہا مثل اذان الفیلۃ ۔ دیکھیو
آپنے کیسی صریح مخالفت نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کی ہے۔ کیا نبی صلعم نہین فرماتے
تھے کہ سدرہ درخت نہین بلکہ انتہا مراتب کا نام ہے۔ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے امت سے دیدہ دانستہ (نعوذ باللہ) معانی مرادہ کا اخفا کیا تو یا ایہا الرسول
بلغ ما انزل الیک من ربک کے برخلاف کیا جو کسی طرح سے شایان شان نبی آخر الزمان
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہین ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
ترکتکم علی البیضاء لیلہا کنہارہا لا یزیغ عنہا بعدی الا ھالک وقال ما
ترکتکم من شئ یقربکم الی الجنۃ الا وقد حدثتکم بہ ولا من شئ یبعدکم
عن النار الا وقد حدثتکم عنہ۔ وقال تعالی وما علی الرسول الا
البلاغ المبین۔ حدیثون پر نظر ڈالنے سے یہ تو معلوم نہین ہوتا کہ سدرہ سے انتہا مراتب
کمالیہ مراد ہے بلکہ سدرہ کو ایسے اوصاف جلیلہ حدیثون مین آئے ہین کہ آپکی تفسیر کی منافی
ہین چنانچہ فرمایا انہ غشیہا نور الرب والوان لا ادری ما ھی والملائکۃ مثل الغربان
یعبدون اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سدرہ موجود فی الخارج ہے جسکو انوار الٰہیہ نے
ڈھانپ رکھا ہے نہ مراتب کمالیہ جو موجود فی الخارج نہین بلکہ اونکا منشاء انتزاع موجود
فی الخارج ہے۔ امام رازی نے اول وہی معنے لکھے ہین جو حدیث سے ثابت ہے
المشہور ان السدرۃ شجرۃ فی السماء السابعۃ وعلیہا مثل النبق لورود الخبر
اور پھر حضرت تصوی کے معنے قیل بصیغہ ماضی مجہول کے لکھا ہے جو اسکی ضعف کی طرف اشارہ

کرتا ہے لکو نہ مخالفا للحدیث امام رازی پر مخالفت حدیث کا الزام نہین لگسکتا کیونکہ
اونسے دو قول لکھے ہین اور قول مشہور کو ترجیح دے گیا ہے لیکن آپ مخالفت حدیث کی
دہبہ سے نہین چہوٹ سکتے کیون کہ آپنے اپنی تفسیر مین باوجود دعوے اہل حدیث ہونیکے
تفسیر نبوی کو جسکا ذکر کرنا ضروری تہا چہوڑ دیا آپکا ہی ایک حال نہین کہین تو صوفیون کی
کاسہ لیسی کرتے ہوئے صوفیون کی مدح سرائی مین اولٹا سیدہا مطلب نکالنا چاہتے
ہین جیسے الکلام المبین کے اسی موضع مین محی الدین ابن عربی صاحب کے مقلد بنے ہین
باوجودیکہ اونکی عبارت کا مطلب جناب مفسر صاحبنے نہین سمجہا اونکی یہہ عبارت ہے
فہی الروح الاعظم الذی لا تعین وراءھا ولا مرتبۃ الخ جو آپنے لکہی ہے اسکا
یہہ مطلب نہین کہ سدرۃ المنتہی انتہا مراتب کمالیہ کا نام ہے بلکہ اونکی غرض یہ ہے کہ
سدرۃ المنتہے روح اعظم ہے اوس سے اوپر سوائے ہویت محضہ کے اور کوئی درجہ نہین
پس حدیث مین جو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سدرۃ کی تفسیر شجرہ سے کی ہے اس مین
اور محی الدین صاحب کے قول مین چندان تخالف نہین ہے کیونکہ ہر چیز مین اللہ تعالی نے جان
ڈالی ہے تو اوس درخت مین بہی جان ہوگی جس کی تعبیر محی الدین صاحبنے روح اعظم
سے کی ہے اور ممکن ہے کہ اونکی غرض اسجگہ روح اعظم سے شجرہ ہی ہو۔ ثانیا کیا انکا کلام
حجت ہے جب آپکے نزدیک صحابہ کا قول جو موقوف ہو حجت نہین تو محی الدین صاحب کا قول
کیونکر لائق حجت ہوسکتا ہے۔ ثالثا محی الدین ابن عربی صاحب وہی ہین کہ جنپر محدثین
ابن تیمیہ وغیرہ نے فتوے دیا ہوا ہے کہ یہہ شخص (یعنے محی الدین) جو ولایت کو نبوت
سے اور ولی کو نبی سے افضل کہتا ہے اہل سنت سے نہین ہے دیکہو فرقان بین اولیاء
الشیطان واولیاء الرحمن پس ایسے شخص کا کلام بمقابلہ حدیث کے جس مین صریح لفظ شجرہ
کا آیا ہے کیونکر ہم مان سکتے ہین علاوہ اسکے اونہون نے شجرہ کے معنے بہی لکہے ہین بخلاف
آپکے کہ آپنے باوجود دعوے اہل حدیث ہونیکے تفسیر مین اسکا اعتراف نہین کیا۔ رہی

یہہ بات کہ کئی علماء نے محی الدین صاحب کی نسبت تعریف کی کلمات کہے ہوئے ہین ۔ سو یہہ انکی علمیت کے متعلق ہے ۔ نہ یہ کہ شیخ صاحب کے اعتقاد اور تفسیر کے متعلق مدح کے کلمات لکہے ہین ۔ مجہے اچہی طرح سے یاد ہے کہ جسوقت دہلی مین حضرت مولانا مولوی سید نذیر حسین صاحب مرحوم کی خدمت مین حدیث پڑہتا تہا اتفاقاً مجہکو رسالہ فرقان مین اولیاء الشیطان و اولیاء الرحمن ملاحب مین انکو پورا دیکہہ چکا تو مین نے میان صاحب مرحوم سی پوچہا کہ مولانا یہہ کیا قصہ ہے کیا واقعی محی الدین ابن عربی جنا سے جن کی علمیت اور لیاقت کا ایک جہان قائل ہے غلطی ہوگئی ہے یا یون ہی مصنف فرقان نے ایپر فتوے لگادیا آپنے فرمایا کہ نہین محی الدین صاحب مصنف فتوحات سے لغزش اور غلطی ضرور ہوگئی ہے ۔ اب فرمایے کہ جو شخص پہلے ہی سے محدث نہ ہو اور اہل حدیث سے شمار نہ ہوتا ہو مع ہذا اوسپر بہی اُسکی طرح فتوی لگ گیا ہو اوسکی کلام سے سند لاکر خوش ہونا اور بغلین بجانا اور ایک صوفی اہل اللہ کی نیک بخت اولاد کو ناگفتہ بہ گالیان دیکر ناراض کرنا کیا حدیث من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب ومن اذی مومنا فقد اذانی ومن اذانی فلیتبوء مقعدہ من النار (درۃ الناصحین) کا مصداق بننا ہے یا نہین ۔ ہم تو آپکی تفسیر دانی اور اہل حدیث بننے کا جب اعتراف کرتے جب کہ آپ کسی محدث کی کلام سے سدرہ کی معنے انتہاء مراتب ثابت کرتے ۔ پس ثابت ہوا کہ آپکی تفسیر تفسیر نبوی اور تفسیر صحابہ کے برخلاف ہی ۔ (وہو المرام) ۵ کتاب اور سنت کا ہے نام باقی منہ خدا اور نبی سے نہین کام باقی ۔ اس سورت کی تفسیر مین اپنے اور بہی ٹہوکر کہائی ہے ۔ اور محدثین کے طریق پر تفسیر نہین لکہی چنانچہ آیت قاب قوسین او ادنی کی تفسیر مین لکہا ہے تمثیل لکمال قربہ الروحانی عند اللہ تعالی حضرت عائشہ صدیقہ اور ابن مسعود اور ابن عباس اور حسن وقتادہ وغیرہ فرماتے ہین کہ اس آیت مین حضرت جبرائیل ع کا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب ہونا مراد ہے ۔ قالت ذلک جبرائیل کان یاتیہ فی صورۃ الرجل وانہ اتاہ ہذہ المرۃ

فی صورتہ التی ھی صورتہ فسد الافق اور جن مفسرون نے اس آیت مین قرب حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدا سے مراد لیا ہے اُنکی تفسیر اونکے بہی موافق نہین کیونکہ وہ تمثیل نہین کہتے بلکہ حقیقی قرب مراد رکہتے ہین حضرت انس معراج کے قصہ مین بیان فرماتے ہین ودنا الجبار رب العزۃ فتدلی حتیٰ کان منہ قاب قوسین او ادنیٰ پس معلوم ہوا کہ آپکی تفسیر دونون فریق کے برخلاف ہے ظاہری وجہ اس تفسیر کی مجھکو تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس قرب حقیقی مین چونکہ ایک امر خلاف قانون قدرت معلوم ہوتا تہا یعنے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم کے ساتھہ آسمانون پر جانا اور خداوند ذوالجلال کے قریب ہوجانا جس سے مسئلہ استویٰ کو بہی ایک گونہ تقویت ملتی تہی اور استویٰ علے العرش بمعنے نفوذ احکام علی المخلوق کو ضعف پہونچتا تہا۔ ان امور کو سوچتے ہوئے اسجگہ بہی محدثین کا دامن چہوڑا اور نیچریون وغیرہ گمراہ فرقون کا اقتدا کیا اللھم احفظنا من ھذا التحریف۔ (نمبر ۸۸ صفحہ ۳۶) **قولہ** واذا وقع القول علیھم ای تامت الساعۃ علیھم اخرجنا لھم دابۃ من الارض ای نبعث نبیھم یشھد علیھم **اقول** پنجابی مین مثل مشہور ہے۔ ایہ موتہہ تے مسران دی دال جناب من مین نے تو اول ہی آپکو کہا تہا کہ آپ تفسیر لکہنیکا ارادہ چہوڑدین۔ آپ کو اسقدر لیاقت کہان کہ تفسیر لکہہ سکین۔ ایک اصحابی نے کہا کہ قرآن مجید کا لکہنا پہاڑ کے اوٹہانیسے بہی مشکل ہے۔ آجتک جسقدر مفسرین اہل سنت گذرے ہین کسی نے اس آیت مین دابہ سے انبیاءؑ مراد نہین لئے۔ البتہ آپ یا آپکے امام پیر نیچر کا فہم ہے رحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دابہ کی تفسیر اوس جانور سے کی ہے جسکا ظہور منجملہ علامات قیامت کے ہے اور جو قیامت کے قریب زمین سے نکلیگا قال علیہ السلام بادروا بالاعمال ستا طلوع الشمس من مغربھا والدخان والدجال ودابۃ الارض الخ عن عبد اللہ بن عمرو قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اول الایات خروجا طلوع الشمس من مغربھا وخروج الدابۃ علی الناس الخ اکلیل مین لکہا ہے واذا وقع القول

علیهم اخرجنا لهم دابة من الارض فیه اشراط الساعة الکبری خروج الدابة الخ
حدیث مین جو دابۃ پر الف ولام آیا ہے اس مین اشارہ ہے اوس دابہ کی طرف ہی جسکا ذکر قرآن
شریف مین ہے اسکو عہدی سمجھنا چاہیئے - اس آیت کی تفسیر مین جیسے آپنے یہہ غلط لکھا
ہے کہ دابہ سے مراد انبیا ہین ویسے ہی یہہ بھی آپنے جھوٹ لکھا ہے کہ یہہ واقع نفس قیامت
کبرے کا ہے - قول کے معنے قیامت کسی نے لکھی ہین کسی لغت کی کتاب سے ثبوت
دیا ہوتا معالم مین اسکے معنے یون لکھے ہین واذا وقع القول علیهم وجب العذاب علیهم
غرض تمام مفسرین اہل سنت مانتے ہین کہ وقع القول سے مراد قیامت کا دن نہین بلکہ
ظہور علامات قرب قیامت کا دن مراد ہے گویا اون ایام کو ہی قیامت کا وقت سمجھنا چاہئے
کیونکہ اسوقت دروازہ توبہ کا بند کیا جائیگا اور سب کا مسلم امر ہے کہ اس دابہ سے مراد وہی
دابہ ہے جو علامات قیامت سے ہے نہ حضرات انبیا علیهم السلام اور حضرت علی رضہ کے قول
موقوف کا یہہ جواب ہے کہ اول تو آپ موقوف حدیث کو حجت مانتے ہی نہین پھر ایسے ضعیف
قول کو جسکا راوی خود مفسر کو ہی معلوم نہین ہم کیونکر مان لین کیونکہ معالم مین راوی بصیغہ
تمریض ہے جو خود ضعف پر دلالت کرتا ہے - لیکن مفسر امرتسری کی دیانتداری کا حال
دیکھنا چاہیئے کہ روی کو اڑا کر قال علی لکھہ دیا - دویم یہہ کہ حضرت علی رضہ دابہ کے منکر نہین
اور نہ انہون نے دابہ سے انبیا مراد لی ہین بلکہ دابہ کے معنے وہی لئے ہین جو مشہور ہے
صرف اونہون نے دابہ کی صفت مین اختلاف کیا ہے - جو ہمکو مضر نہین - کاش مفسر صاحب
علی مرتضے کے قول کے مطابق ہی لکھہ دیتے تو اہل حدیث کی تعقبات سے چھوٹ جاتے - حاشیہ
مین آپ لکھتے ہین کہ مین دابہ کا منکر نہین ہون - مین کہتا ہون کہ جب آپنے آیت کی تفسیر مین
سلف صالحین اور مفسرین اہل سنت کے مخالف لکھا ہے اور دابہ کے معنے انبیاء سے کئے
ہین تو صاف ثابت ہوا کہ آپ مفسر بالرائے ہین اور اوس دابہ کے جسکا ذکر قرآن شریف کی
اس آیت مین اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اوس حدیث مین بطور تفسیر آیت کے مذکور ہے

سنکر ہین پس معلوم ہوا کہ آپ کی تفسیر تفسیر نبوی اور تفسیر صحابہ کے بر خلاف ہو و ھو المدعیٰ
(نمبر ۹۸ صفحہ ۵۰۴) قولہ کمثل الشیطان اذ قال للانسان اکفر فلما کفر الانسان
باغوائہ قال انی بریٔ منک انی اخاف اللہ رب العلمین ای یقول ذلک
یوم القیامۃ لقولہ تعالی قال الشیطان الخ اقول آپکی غرض یہ ہے کہ مفسرین
اہل سنت جو اس جگہ ایک عجیب و غریب برصیصا راہب کا قصہ بیان کرتے ہین لغو
ہے بلکہ آیت کے معنے یہ ہین کہ قیامت کے دن شیطان اپنے مریدون سے کہیگا کہ بس اب
میرا تمسے کچھ تعلق نہین مین تمسے بری ہون۔ غرض کہ دنیا مین یہ قصہ نہین ہوا قیامت
کو ہوگا۔ ہم بیشک آپکی تفسیر کے قائل ہوجاتے اور آپکا لوہا مان جاتے بشرطیکہ اہل سنت
اور سلف صالحین اور اصحابہ کرام کی تفسیر کے آپکی تفسیر مخالف نہ ہوتی۔ بخلاف اسکے ہم
روز روشن کی طرح دیکھ رہے ہین کہ آپکی تفسیر ان حضرات کے بر خلاف ہے بلکہ سچ پوچھئے ہو تو
خود حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفسیر کے مخالف ہے۔ بنا علی ہذا ہم کیونکر آپکی تفسیر کی صحت
کے قائل ہوجائین۔ بھلا مکھی دیکھکر بھی کھائی جاتی ہے۔ سنئے اور دلکے کانون سے سنئے
کہ امام بخاری جیسے محدث جلیل القدر نے تاریخ مین اور امام احمد اور حاکم اور بیہقی نے حضرت
علی رضہ سے روایت کی ہے کہ ایک راہب برصیصا سو برس ہین عبادت کیا کرتا تھا الخ
(فتح البیان) بغوی نے بھی اس قصہ کو نقل کیا ہے۔ علامہ سیوطی نے درمنثور مین
حضرت علی اور ابن مسعود اور ابن عباس سے بیان کیا ہے بلکہ ابی امامہ باہلی سے مرفوعاً
بھی لکھا ہے۔ درۃ الناصحین مین بھی اسکو ابن عباس سے نقل کیا ہے غرض کہ ان
روایات معتبرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت مین اس قصہ برصیصا کی طرف اشارہ
ہے نہ یہ کہ قیامت کے دن کا واقعہ ہے۔ (نمبر ۹۹ صفحہ ۵۰۴) قولہ لا تتولوا قوما غضب
اللہ علیھم من الیھود والنصاری اقول کیون مفسر صاحب اب آپکا التزام تفسیر
القرآن بالقرآن کہان گیا۔ الکلام المبین مین تو اپنے بڑے زور سے لکھا ہے کہ مین

ایسی تفسیر کرنے پر اس لئے مجبور ہوا ہون کہ مین نے التزام کیا تہا کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے ہی کرونگا - اب زرا گریبان مین مونہہ ڈالکر فرمائے کہ وہ التزام کہان جاتا رہا - باوجودیکہ یہان قرآن مجید اپنی تفسیر آپ کرتا ہے - کیونکہ دوسری آیتون مین مغضوب علیہم یہود کو قرار دیا ہے اور نصاریٰ کو گمراہ کہا ہے - چنانچہ ارشاد ہوتا ہے غضب اللہ علیہم وجعل منہم القردۃ والخنازیر - فباءو بغضب من اللہ - غیر المغضوب علیہم ولا الضالین غرض قرآن شریف مین صرف یہود پر غضب کا لفظ وارد ہوا ہے نہ نصاریٰ پر سوخر الذکر آیت مین صحابہ کی تصریح موجود ہے کہ مغضوب علیہم یہود ہین اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ مغضوب علیہم یہود ہین اور ضالین نصاریٰ - نہ آپکو قرآن شریف کی خبر ہے اور نہ حدیث پر نظر ہے اور نہ اقاویل صحابہ پر ذکر ہے پس ثابت ہوا کہ آپکی تفسیر قرآن اور حدیث اور اقاویل صحابہ کے برخلاف ہے - وہو المراد والمقصود

(نمبر ۱۰ صفحہ ۱۷۱) **قولہ** ویحمل عرش ربک فوقہم یومئذ ثمانیہ حمل الثمانیۃ کنایۃ عن عظمۃ کبریائہ - **اقول** کل اناء یترشح بما فیہ برتن مین جو ہوتا ہے وہی ٹپکتا ہے - نہ آپکو اتباع سنت کا خیال ہے اور نہ پیروی قرآن مجید کی مدنظر ہے اگر ہے تو ایک پیر نیچر کی محبت جو آپکو کشان کشان گمراہی کی طرف لیجا رہی ہے - اہل سنت کے مسلمات سے ہے کہ قیامت کے دن آٹہہ فرشتے خدا کے عرش کو اُٹہائینگے عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یحمل ثمانیۃ ملک علی صورۃ الاوعال رؤسہم عند العرش واقدامہم فی الارض السفلی حاکم اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے دوسری حدیث طویل مین یون آیا ہے قال کنا جلوسا عند النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم بالبطحاء فمرت سحابۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتدرون ماھذا قلنا السحاب الخ اس حدیث مین مذکور ہے کہ خدا کے تخت کو آٹہہ فرشتون نے اوٹہایا ہوا ہے - کنایہ کو آپنے تعمیم

مین بڑا استعمال کیا ہے بلکہ اگر یون کہا جائے کہ تمام تفسیر الخ استعارات و کنایات سے بہری ہوئی ہے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ آپکی اکثر عادت ہو رہی ہے کہ جس جگہ کوئی خلاف قانون قدرت دیکہا فوراً کہہ دیا کہ یہ تو کنایہ ہے یا کچھ ایسی تحریف کر دی کہ آجتک کسی اہل سنت سے مسموع نہیں ہوئی چنانچہ آیت زیر بحث کو لیجئے کہ آپکی تفسیر اور الکلام المبین کی تحریر سے ظاہر ہو رہا ہے کہ قیامت کے دن فرشتون کا خدا کے عرش کو اوٹہانے جسطرح اہل سنت مانتے ہین آپ نہین مانتے کیونکہ آپکی ساری تقریر کا لب لباب یہ ہے کہ آیت مذکورہ مین خدا کی عظمت اور جلالت سے کنایہ ہے نہ یہ کہ ملائکہ حقیقۃً خدا کی عرش کے حامل اور عرش محمول ہوگا۔ مولانا ذرا فرمائے تو سہی کہ کمال علمی جس سے آپ ہر ایک کو ڈراتے ہین یہہ ہے کہ تفسیر مین تو کنایہ حل الثمانیہ کو لکہا اور جواب اربعین مین تمثیل لکہہ دیا کیا مطول وغیرہ مین یہی لکہا ہے کہ کنایہ اور تمثیل ایک شی ہے نہین ہرگز نہین دونون جداگانہ ہین۔ دیکہئے کنایہ کی تعریف یہہ ہے۔ ثم اللفظ المراد بہ لازم ما وضع لہ سواء کان اللازم داخلا کما فی التضمن او خارجا کما فی الالتزام ان قامت قرینۃ علی عدم ارادتہ ای ارادۃ ما وضع لہ فمجاز والا فکنایۃ۔ او تمثیل کے معنے یون لکہے ہین وباعتبار وجہہ اما تمثیل وھو ما ای التشبیہ الذی وجہہ وصف منتزع من متعدد امرین او امور کما مر الخ کیون فاضل صاحب اب تو آپکو بحوالہ عبارت مختصر المعانی ومطول معلوم ہوگیا یا نہین کہ کنایہ اور شے ہے اور تمثیل اور۔ افسوس ان درسی کتابون کو اگر آپ اچہی طرح سے پڑہتے اور پہر یاد بہی رکہتے تو آج تفسیر لکہنے مین ٹہوکر کیون کہاتے۔ ہمارے مخدوم مکرم جناب مولانا و استاذنا حاجی احمد علی صاحب جامع معقول و منقول سہارنپوری ثم میرٹہی نے جو خاص معقولی تقریر مولوی ثناء اللہ کو ... مین آیت... مذکورہ کے نیچے تحریر فرمائی ہے بے نظیر اور لائق داد ہے۔ جناب ممدوح جن دنون سہارنپور کے مدرسہ مظاہر علوم مین ملازم تھے ادہر مین بہی وہین پڑہتا تہا گا ہے گا ہے مولوی ثناء اللہ

جسکی طرف اشارہ کر کے فرمایا کرتے تہے کہ یہ طالب علم کم فہم ہے باریک بات کو نہین سمجہتا۔ آپنے علمیت کا یہ حال ہے پس کس منہہ سے حضرت مولانا مولوی عبد الجبار صاحب کو جواب اربعین مین بار بار کم علم اور جاہل بتایا ہے غیر مہذبانہ اور دلخراش تحریر سے سوائے ندامت اور پشیمانی کے آپکو اور کیا حاصل ہوا۔ (نمبر ۲۹ صفحہ ۴۷،۴۸) **قولہ** تعرج الملائکۃ والروح الیہ ای کل ذی حیواۃ من الملائکۃ وغیرہم محتاجون الیہ سبحانہ فی وجودہم وبقائہم **اقول** اس آیت مین چونکہ فرشتون اور روح کا خدا کی طرف چڑہنا ثابت ہوتا تہا جس سے مسئلہ استوی علی العرش بطریق محدثین کو قوت ہوتی تہی اور یہہ بات معلوم ہوتی تہی کہ خدا عرش پر ہے اور آپ اسکے قائل نہین ہین لہذا ایسے معنے لکہے کہ جو نہ لغت سے ثابت ہے اور نہ حدیث اور اقوال صحابہ سے۔ جناب من یہہ تو فرمایئے کہ عروج بمعنے احتیاج کس لغت کی کتاب مین لکہا ہے۔ اس جگہ بہی آپکو حسب التزام تفسیر نہین ہوئی۔ آپنے رسالہ آیات متشابہات وغیرہ مین لکہا ہے کہ لغت عرب سے جو معنے آیت کی ہونگے وہی مقدم اور اولے ہین نہ وہ معنے جو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا صحابہ کرام نے بیان فرمائے ہین۔ اب مین جناب مفسر صاحب سے دریافت کرتا ہون کہ عروج بمعنے احتیاج کہان سے آپنے اخذ کیا ہے ہمنے تو اکثر کتب لغت کا تتبع کیا اور ٹٹولا ہمین تو کہین پتہ نہین چلا۔ ہان ہم مانتے ہین کہ ہر چیز کا چونکہ وہ خالق ہے اسلیئے تمام موجودات اوسکی طرف محتاج ہین لیکن اس آیت کی یہ تفسیر صحیح نہین ہے سوا تفسیر مذکورہ فی الاتقان کے مخالف ہو۔ حدیثون سے ثابت ہے کہ ملائکہ آسمان سے اترتے جاتے ہین اور ارواح کا صعود بہی آسمان کی طرف ہوتا ہے دوسری آیت مین اسکو زیادہ واضح کیا گیا ہے۔ تنزل الملائکۃ والروح الخ امام رازی نے بہی صعود اور نزول ملائکہ کی تفسیر کی ہے بتران ھھنا دقیقۃ وھو انہ تعالی ذکر عند العروج الملائکۃ اولا والروح ثانیا کما فی ھذہ الایۃ وذکر عند القیام الروح اولا والملائکۃ ثانیا کما فی قولہ یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا وھذا

یقتضی کون الروح اولا فی درجة النزول واخرا فی درجة الصعود الخ
پس ثابت ہوا کہ آپکی تفسیر لغت اور حدیث اور اقوال صحابہ کی برخلاف ہے آپنے مصنف
اربعین پر جہوٹ کرتے ہوئے لکہا ہے کہ اوسنے قرآن و حدیث کا خلاف کیا۔ مین کہتا ہون
کہ وسنے نہین کیا بلکہ اپنے کیا۔ ہاتہہ کنگن کو آرسی کیا ہے الزام اونکو دیتے تہی قصور
اپنا نکل آیا (نمبر ۳ وصفحہ ۴۷) **قولہ** کان مقدارہ خمسین الف سنة وھو یوم القیامة
ولیس المراد خمسین الف سنة تحدیدا بل اظہار لطولہ الخ **اقول** یہہ بہی حدیث
اور صریح آیت کی برخلاف ہے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی
دن کی لنبائی پچاس ہزار برس کی ہوگی اسیکی موافق تمام مفسرین اہل سنت نے لکہا ہے
اسجگہ بہی جیسے آپ الزام مخالفت قرآن و حدیث سے بری نہین ہو سکتے ویسے ہی الزام مخالفت لغت
سے جہوٹ نہین سکتے۔ مین آپسے پوچہتا ہون کہ اگر کوئی دعوے کرے کہ مین نے فلان شخص
سے پچاس ہزار روپیہ لینا ہے تو کیا حاکم یا اور سامعین اوسکے دعوی کا مطلب حصر کے طور
پر پچاس ہزار روپیہ سمجہکر بر تقدیر ثبوت دعوے اوسکی حق مین فیصلہ دینگے یا ایک غیر شناسی
رقم کا خیال کر کر اوسکی دعوے کو خارج کر دینگے پس جیسا اس مدعی کی کلام مین انکو تحدید اور
انحصار مفہوم ہوتا ہے ویسا ہی قرآن مجید کے روشن الفاظ سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکو
وفادار صحابہ کرام نے سمجہا۔ ورنہ کسی حدیث مین اسکی تصریح بہی ملنی چاہیے تہی کہ مراد تحدید نہین
بلکہ مقصود باری تعالے بیان طوالت روز قیامت ہے واذ لیس فلیس۔ امام غزالی نے
احیاء العلوم مین لکہا ہے کہ وہ دن پچاس ہزار برس کا ہوگا حدیث ذیل لائے ہین قال عبد
اللہ بن عمر تلا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ھذہ الآیة ثم قال کیف بکم اذا جمعکم
اللہ کما یجمع النبل فی الکنانة خمسین الف سنة لا ینظر الیکم اسکے بعد لکہا ہے فانک
لو صمت سبعة الاف سنة مثلا لتخلص من یوم مقدارہ خمسون الف سنة لکان
ربحک کثیرا وتعبک یسیرا امام رازی وغیرہ اور اہل سنت متفق ہین کہ وہ دن پچاس ہزار

برس کا ہوگا نہ کم وبیش۔ لفظ مقدار قابل غور ہے۔ اب تو مطبع گہر کا ہے اور قلم و دوات
وغیرہ سب کچھہ موجود ہے جیسا جی چاہے لکھا کرو۔ مگر قیامت کو کیا جواب دوگے ؎
بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت ☆ کہ باکہ باختہ عشق درشب دیجور ☆ افسوس صد افسوس
(نمبر ۴ ۹ صفحہ ۷۹ ۴) **قولہ** وثیابک فطہر الثیاب کنایۃ عن القلب **اقول** یہہ بہی آپکی
کمال علمی کی دلیل ہے۔ کیا کہنے ہین علم معانی وبیاں کی کتابین شاید آپکی نظر سے گذری
ہونگی۔ فرمائیے کہ انمین یہ بہی کہین لکہا ہے کہ جمع کا صیغہ مفرد سے کنایہ ہوسکتا ہی
اگر ہے تو اوسکا پتہ دو ورنہ اسکو واپس لو۔ آپ جانتے ہین کہ ثیاب جمع ثوب کا ہے اور قلب
مفرد ہے اور کنایہ کے معنے مین آپکو بتلا چکا ہون جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ان یطلق الملزوم
ویراد بہ لازم ما وضع لہ یعنے ملزوم سے ارادہ لازم کا کرنا۔ تو مطلب آپکی تفسیر کا یہہ ہو
ہوا کہ ثیاب کو قلب لازم ہے پس ثیاب کنایہ قلب سے ہوا۔ اب اسمین مفاسد لازم آتی ہین
اول یہ کہ صیغہ جمع کا مفرد سے کنایہ نہین ہوسکتا۔ دوئم یہ کہ ثیاب کو قلب لازم نہین۔ سوئم
یہ کہ لفظ ثیاب کو مدلول مطابقی سے بلا وجہ قوی پہیرنا اور آیت کے ظاہری معنے کو چہوڑنا ہے
جو خلاف مذہب ائمہ سلف ہے۔ بلکہ اگر آپ والرجز فاہجر کو خیال کرتے تو ایسی تفسیر ہرگز
نہ لکہتے کیونکہ جب اسمین حکم ہے کہ بتون کو چہوڑدو تو صاف سمجہا گیا کہ دل کو محبت ما سوائے
اللہ اور انابت الی غیر اللہ سے دور کرو فیلزم التکرار علی تفسیرہ ان وجوہات کو سوچتے ہوئے قرین
قیاس یہ بہی امر معلوم ہوتا ہے کہ آیت زیر بحث مین ظاہری ثوب کی تطہیر کا حکم ہے پہر
ثابت ہوا کہ آپکی تفسیر عقلاً ونقلاً غلط بلکہ اغلط ہے۔ (نمبر ۵ ۹ صفحہ ۱۸۹) **قولہ** سنعذبہم
مرتین ای مرادا مرۃ بعد مرۃ **اقول** اسکا مطلب یہ ہے کہ دنیا مین ہی انکو دو دفعہ
عذاب ہوگا یعنے عذاب قبر کو اس سے کچھہ تعلق نہین حالانکہ یہ تفسیر تفسیر نبوی کے برخلاف
ہے معالم مین لکہا ہے۔ قام النبی صلے اللہ علیہ والہ وسلم خطیبا یوم الجمعۃ فقال
اخرج یا فلان فانک منافق اخرج یا فلان فانک منافق فاخرج ناسا من المسجد

ونفعهم فهذا هو العذاب الاول والثانی عذاب القبر ابن عباس۔ اور مجاہد۔ قتادہ
ابن زید۔ ابن اسحاق وغیرہ کا قول ہے کہ دوسرا عذاب قبر کا مراد ہے۔ غرض حدیث اور
اقوال صحابہ وتابعین سے ثابت ہوا کہ ثانی عذاب قبر کا ہے چونکہ آپکی تفسیر سے عذاب ثانی
کی تشریح نہین معلوم ہوتی بلکہ مبتدا ور الی الفہم لفظ مرا سے یہہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ
دنیا مین ہی عذابین کے قائل ہین ورنہ اور مفسرین کی طرح عذاب قبر کی تشریح کی ہوتی اس
خیال سے مصنف اربعین نے انکو منکرین عذاب قبر کا مؤید لکہا ہے۔ اور فتح البیان کی
عبارت اس امر کی موہم نہین کہ مصنف اوسکا منکر عذاب قبر ہے بلکہ ثم یردون بعد ذلک
الی عذاب الاخرۃ مین اثبات عذاب قبر ہے کیونکہ لفظ اخرۃ قبر اور قیامت دونون کو
شامل ہے بخلاف آپکی عبارت کے کہ عذاب قبر کا وہان ذکر ہی نہین بلکہ موہم انکار عذاب قبر
ہے۔ فلیتامل (نمبر ۹۶ صفحہ ۲۷) **قولہ** سیجعل لہم الرحمن ودا نہیم یوم القیامۃ الخ
اقول یہ ہی تفسیر نبوی کے برخلاف ہے حضرت نے فرمایا خداوند کریم جب کسی شخص کو دوست
رکہتا ہے تو جبرائیل کو کہتا ہے کہ اے جبرائیل مین فلان شخص کو دوست رکہتا ہون تم ہی
دوست رکہو پس جبرائیل ہی اوسکو دوست رکہتا ہے پہر تمام آسمان اور زمین والے اسکو
دوست رکہتے ہین اسکے بعد حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت مذکورہ کو پڑہکر اصحاب کو
جتایا کہ اسکی تفسیر یہ ہی ہے جو مین نے تم سے کہی۔ اب فرمائے کہ آپکی تفسیر جسکا خلاصہ
یہ ہے کہ ایماندار دن مین قیامت کے دن خداوند تعالی دوستی اور محبت ڈالدیگا تفسیر نبوی
کے برخلاف ہی یا نہین۔ یہ تو ہم ہی مانتے ہین کہ متقیون مین قیامت کے روز محبت ہوگی
اور وہ کام ہی آئیگی لیکن آیت زیر بحث کا وہ مفاد نہین بلکہ یہ اور جگہ سے ثابت ہے
مین نے بہت دیر تک غور کیا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہ تفسیر کیون لکہی۔ آخر سوچتے
سوچتے یہہ ہی وجہ معلوم ہوئی کہ آیت مذکورہ کی تفسیر نبوی مین ایک دو باتین ایسی
پائی جاتی تہین جس سے اونکی تفسیر دربارہ استوی علی العرش کا اکثر حصہ غلط ہوتا تہا اور

خلاف نحو بھی تھا یعنے ایک تو خدا کا جبرائیل کو کہنا کہ مین فلان آدمی کو دوست رکھتا ہون تو
بھی دوست رکھو۔ دوسرا جبرائیل ع کا کہنا کہ اے فرشتو فلان شخص کو اللہ تعالےٰ دوست
رکھتا ہے تم بھی اوس سے محبت رکھو تیسرا یہ کہ اس تفسیر نبوی سے اتنا تو بطور قدر مشترک
کے ضرور ثابت ہو گیا کہ خداوند تعالےٰ عرش پر رہتے ہین تو یہ فرمایا کہ اول محبت اسکی اہل
آسمان مین پیدا ہوتی ہے پھر زمین والون مین غرض یہہ تمام باتین ملاکر چونکہ مفسر صاحب
کے مخالف تھین لہذا یوم القیامت کا لفظ قرآن مجید مین بڑھا کر یہہ تمام ڈھنڈھا ہی مٹا دیا
امام شوکانی اور نواب صدیق حسن خان صاحب پر مخالفت حدیث کا الزام عائد نہین ہو سکتا
کیونکہ انہون نے دونون قول لکھے ہین لیکن دوسرے قول کی تردید سے سکوت اسلئے
کیا کہ اوسکا ضعیف اور مردود ہونا اظہر من الشمس تھا لکونہ مخالفا للتفسیرہ علیہ السلام
اکثر مصنفون کا قاعدہ ہے کہ ظاہر بات کو ذکر نہین کیا کرتے پس ان ہر دو بزرگون کا سکوت
اسکی صحت پر دال نہین کیونکہ آپ جانتے ہین کہ امام شوکانی اور نواب مرحوم جو حدیث پر
عاشق تھے مخالف حدیث کو کب ماننے لگے۔ تو پس الکلام المبین مین انکی تفسیر کو اپنی
تائید کے لیے لانا بالکل لغو ہے۔ (نمبر ۷ و صفحہ ۳۰) قولہ ویطوف علیہم غلمان
لھم صغار لھم ماتوا قبل البلوغ **اقول** اس سے ثابت ہوا کہ آپ بہشتیون کے لیے نعمت
غلمان کے منکر ہین اسی طرح ویطوف علیہم ولدان مخلدون مین بھی لکھا ہے کہ
وہ غلمان اور ولدان کیا ہین بہشتیون کی دنیوی اولاد ہے جو قبل بلوغ فوت ہو گئے۔
تمام اہل سنت مانتے ہین کہ جنتیون کے لیے نعمت غلمان بھی اللہ تعالی دیگا آپ غلمان
کے معنے اولاد کے کرتے ہین اور اہل سنت کہتے ہین کہ اونکی ابتدا پیدایش بہشت مین
ہو گی مثل حورون کی ولا یبعد ان یکونوا مخلوقین فی الجنۃ ابتداء کالحور من غیر
ولادۃ للقیام بھذہ الخدمۃ لیسوا من اولاد الدنیا وھذا ھو الصحیح واطلق علیھم
اسم الولدان لان العرب تسمی الغلام ولیدا مالم یحتلم والامۃ ولیدۃ وان اسنت

(فتح البیان) سید احمد نیچری نے بھی حور و غلمان کا انکار کیا ہے اور ان آیتون کی ایسی تحریف کی ہے جیسے آپنے کی ۔ اُنکی تمام تفسیر کو ابتدا سے اخیر تک دیکھا جائے تو غلمان کا وجود جسطرح سے تمام اہل سنت صحابہ و تابعین و تبع تابعین مانتے ہین آپ اوسطرح نہین مانتے خدارا اب آپ ہی ذرا انصاف کرین کہ ...... اربعین مین جو لکھا ہے کہ آپ غلمان نہین مانتے ۔ (نمبر ۸۹ صفحہ ۱۵۱) **قولہ** وزوجناھم بحور عین ای جعلنا ازواجھم حسان بحیث تحور فیھن النظر من الصفاء وعظمۃ الاعین **اقول** اس سے جیسا حوران بہشتی کا انکار معلوم ہوتا ہے ویساہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہہ تفسیر نہین بلکہ تحریف ہے کیونکہ آپکی تقریر کا مطلب یہ ہے کہ ہمنے اونکی عورتون کو خوبصورت حسین بنایا ہے حالانکہ یہ ترجمہ صحیح نہین بلکہ آیت کا ترجمہ صحیح یہ ہے اور بیاہ دیوینگے ہم اونکو ساتھہ گوریون اچھی آنکھون والیون کے ۔ یہان بھی آپنے لغت عرب کے مطابق معنے نہین کئے ۔ اور مفسرین اہل سنت کے برخلاف معنے لکھے ہین اگر آپ منکر نہیں تو ایسے معنے کیون لکھے جس سے حوران بہشتی کا وجود ثابت ہی نہو حوران بہشتی کی تعریف اور انکا ثبوت تو بہ مصنفہ ابن قیم سے ملاحظہ ہوسے اقدامھا من فضۃ قد رکبت + من فوقھا ساقات ملتفان + والساق مثل العاج ملموم یری + مخ العظام وراءہ بعیان + والریح مسک والجسوم نواعم + واللون کالیاقوت والمرجان ۔ انکے علاوہ اور بھی تمام اہل سنت متفق ہین کہ بہشت مین منجملہ اور نعمتون کے حور اور غلمان بھی ملین گے قرآن اور حدیث سے اسکا ثبوت کافی ملتا ہے پس ثابت ہوا کہ آپکی تفسیر قرآن اور حدیث کے برخلاف ہے اور اہل بدعت نیچریون وغیرہ کے موافق ہے ۔ (نمبر ۹۰ صفحہ ۱۵۱) **قولہ** واذا العشار عطلت المراد بالعشار الاموال المحبوبۃ المرغوبۃ الخ **اقول** یہان بھی آپنے اصحاب نیچر سے توافق کیا اور محدثین کی مخالفت کی ہے ۔ لغت عرب مین عشار اونٹنی حاملہ کو بولتے ہین پس آیت اپنے ظاہری معنے پر محمول ہے یعنے جس وقت دس

مہینے کی گیا ہین اونٹنی بیکار کی جاویگی - معلوم نہین کہ اس تحریف سے آپکی غرض کیا ہے
افسوس نام کے اہل حدیث بنتے ہین اور قرآن کی تفسیر مین ایسی تحریف کہ آجتک کسی
اہل سنت سے منقول نہین - (نمبر ۱ صفحہ ۴۸۹) **قولہ** واذا البحار سجرت یبس ماوھا
بالقاء الجبال فیہا الخ **اقول** یہہ معنے بھی اہل سنت کے برخلاف ہے - مفسرین اہل سنت
لکھتے ہین کہ قریب قیامت کے دریا مین سے آگ نکلے گی نہ یہ کہ پہاڑون کے ڈالنے سے دریا
خشک کئے جاوینگے - اوقدت فصارت نارا (وعن کثیر من السلف یرسل اللہ
علی البحر الدبور فتغیرھا فتصیر نارا - دریا کا آگ ہو جانا چونکہ خلاف قانون قدرت
تھا اسواسطے ایسے معنے لکھے ہین جس سے خلاف قانون قدرت ثابت نہ ہو - اتنا نہیں
سوچتے کہ اللہ کو ہر چیز پر قدرت ہے ہماری عقل مین اجتماع ضدین یا انقلاب ماہیت مستبعد معلوم
ہوتا ہے لیکن اللہ کے نزدیک کوئی محال نہین واللہ غالب علی امرہ - نیز لغت کے بھی
برخلاف ہے پس ثابت ہوا کہ آپکی تفسیر مردود ہے (نمبر ۱ صفحہ ۴۹۹) **قولہ** ووجدک
عائلا فقیرا بلا مال قال العبد الضعیف ان الصفات الثلاثة صادقة علی **اقول**
اس بے باکی اور شوخی کی بھی کوئی انتہا ہے - کیون نہ ہو آخر فاضل جو ہوئے تو کچھہ تو بھنا ہے
آن حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سا تمہوئی چاہئے تبھی سنو - میان مفسر صاحب مرزا قادیانی
بھی پہلے ایسی ہی لچر باتین کہا کرتا تہا آخر بڑہتے بڑہتے مدعی رسالت بنا - آپکی اس تحریر
سے بھی ایسا ہی دال مین کالا کالا معلوم ہوتا ہے - کہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے اوصاف
جمیلہ اور عادات ستودہ اور خصائل حمیدہ اور کہان مفسر صاحب کی حالات ردیہ ؎
چہ نسبت خاک را با عالم پاک - ارے میان ایسی بات لکہنے سے ذرہ شرم کرنی چاہئے تہی
کیونکہ جب آپ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح تفسیر کو تفسیر نہین سمجہتے اور حدیث نبوی
کو قرآن کی تفسیر نہین جانتے تو نسبت اتحاد کہان رہی بلکہ نسبت تضاد ہوئی - اگر کوئی
آپکو کسی حیوان سے نسبت دے اور کہے کہ مفسر صاحب اور یہ دونون مشترک ہین گو اگر

فصول جدا جدا ہین لیکن جنس مین تو دونون شریک ہین تو کیا اس سے ایکا مرتبہ کچھ کم ہوسکتا ہے یا اُس جانور کا مرتبہ بڑھ سکتا ہے نہین پس اسی طرحسے جب آپ نہ اہل حدیث مین اور نہ ائمہ سلف کی تفسیر کو معتبر جانتے ہین تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کرنیسے آپکا مرتبہ کیسے بڑھ سکتا ہے۔ البتہ اللہ اور رسول ؐ کی تابعداری مین ترقی ہوسکتی ہے بڑے بڑے کملا اور فضلا ہوچکے ہین اور اب بھی موجود ہین لیکن کسی سے منقول نہین کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف ثلاثہ مجھپر بھی صادق آتے ہین بے ادبی نہین تو اور کیا ہے سہ ادب تاجیست از لطف الٰہی بنہ برسر برو ہر جا کہ خواہی۔ انکو علاوہ اوربھی آپکی تفسیر مین بہت غلطیان ہین چنانچہ سورہ احزاب کی آیت وامرءۃ مومنۃ ان وھبت نفسہا مین آپکی تفسیر سے خصوصیت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثابت نہین ہوتی پس آپکی تفسیر سلف صالحین بلکہ خود نص قرآنی کے برخلاف ہے۔ (نمبر ۳ اصفحہ ۵) **قولہ** انا اعطینٰک الکوثر ای الامۃ الکثیرۃ کما فی قول الشاعر **اقول** مین کئی دفعہ کہہ چکا ہون کہ آپ بار بار حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کیون کرتے ہین حضرت صدیق اکبر فرماتے ہین ای ارض تقلنی وای سماء تظلنی اذا قلت فی القرآن برائی یعنے کونسی زمین ہے جو مجھکو اوٹھائیگی اور کونسا آسمان ہے جو مجھپر سایہ کریگا جبکہ مین قرآن کے معنٰی اپنے راے سے کرونگا۔ آپ کوثر کے معنے امت کثیرہ سے کرتے ہین اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہر سے فرمائے ہین صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کوثر کیا چیز ہے آپنے فرمایا نھر فی الجنۃ علیہ خیر کثیر ترد علیہ امتی یوم القیامۃ یعنے وہ نہر ہے بہشت مین الخ اس سے بڑھکر حدیث کی اور کیا مخالفت ہوگی تفسیر کبیر مین لکھا ہے وھو المشہور والمستفیض عند السلف والخلف روی انس عن النبی صلے اللہ علیہ وعلی الہ وسلم قال رایت نھرا فی الجنۃ حافتاہ قباب اللؤلؤ المجوف فضربت بیدی الی مجری الماء فاذا انا بمسک اذفر فقلت ما ھذا قیل الکوثر الذی اعطاک اللہ الخ باوجود یکہ امام رازی ہر موقعہ پر لغوی معنے کو بیان کرتا ہے اور معقولی طرز کو اختیار کرتا ہے پھر بھی

تفسیر نبوی کو نہین چہوڑتا بلکہ سب سے پہلے ذکر کرتا ہے۔ چنانچہ اس آیت کو دیکہئے کہ تفسیر نبوی یعنے کوثر جو ایک نہر ہے سب سے پہلے ذکر کر گیا ہے آپکی طرح نہین کہ تفسیر نبوی کا نام تک نہین لیا اور دعوے اہل حدیث ہونیکا کر رہے ہین ہین آپکو پہر یاد دلاتا ہون کہ یہ دورنگی چہوڑ دو پکے اہل حدیث بن جاؤ ؎ دورنگی چہوڑ کر یکرنگ ہو جا ۔ سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا ۔ من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم ٭ تو خواہ از سخنم پند گیر وخواہ ملال گیر۔ تفسیر کبیر کی عبارتین اکثر موقعہ پر اسلیے لکہی ہین کہ آپ اکثر عوام کو کہتے ہین کہ جماعت غزنویہ یا کوئی اور اہل علم میری تفسیر کو تفسیر کبیر کے مطابق مجہہ سے کرائے میری تفسیر رازی کی تفسیر کے مطابق ہے۔ اسلیے یہ عبارتین لکہہ کر عام مسلمانون کو مطلع کرتا ہون کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر نہ تو تفسیر کبیر کے موافق ہے اور نہ کسی اور اہل سنت کے تفسیر کے موافق ہے۔ اب اُن علماء کرام کی خدمت مین جو مولوی ثناء اللہ کو اہل سنت جماعت سمجہتے ہین گذارش ہے کہ جس شخص نے ایسی تحریف کلام الہی کی کی ہو اور تفسیر نبوی سے تفسیر لغوی کو مقدم سمجہتا ہو کیا وہ اہل سنت کہلانیکا مستحق ہے۔ تفسیر مذکور کا اکثر حصہ ایسا ہی جو کسی طرح سے تفسیر نبوی کے مطابق نہین ہو سکتا۔ مولوی ثناء اللہ کی تفسیر کو اون تفسیرون پر قیاس کرنا جو بعض تابعین سے منقول ہے اور بظاہر حدیث کی مخالف معلوم ہوتی ہے قیاس مع الفارق ہے کیونکہ اونکی تفسیر تفسیر نبوی کے مطابق ہو سکتی ہے لیکن تفسیر ثنائی کسی طرح سے تفسیر نبوی کے موافق نہین ہو سکتی۔ پس اعیان قوم خصوصاً مولوی عبد العزیز صاحب رحیم آبادی اور مولوی شمس الحق صاحب ڈیانوی اور مولوی محمد بشیر صاحب اور حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور جناب مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری اور مولوی عبد اللہ صاحب غازیپوری اور مولوی عبد الجبار صاحب امرتسری اور جناب والد والد ماجد صاحب مولوی عبد العزیز صاحب دیناگری و دیگر عمائد اہل حدیث وغیرہ کی خدمت مین اپیل ہے کہ آپ مولوی ثناء اللہ صاحب کی اردو اور عربی تفسیر اور ترک اسلام

اور مولوی ابراہیم صاحب

اور آیات متشابہات اور الکلام المبین اور تقریر مندرجہ اجلاس ہم ندوۃ العلماء امرتسر کو غور سے پڑہین اور پہر دیکہین کہ ثناء اللہ کا خیال اہل حدیث ہی یا موافق معتزلہ وجہیہ و وجودیہ تفسیر اور ترک اسلام وغیرہ کے متعلق تو آپ نے میری اس ناچیز تحریر کو جو محض حسبتہ للہ لکہی گئی ہے دیکہا ہی ہوگا اب مین چاہتا ہون کہ آپ لوگو پر وہ عبارت بہی ظاہر کرون جس سے مولوی ثناء اللہ کا وجودی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (ایک لوگ ایسی بہی تہے کہ اونکو اس تعلق نے ایسا کچہہ حواس باختہ کر رکہا تہا کہ انکو دنیا بہر مین کوئی تعلق تو کیا کوئی چیز وجود پذیر نظر نہ آتی تہی اسلئے وہ کہتے تہے ؎ لا ادم فی الکون ولا ابلیس۔ لا ملک سلیمان ولا بلقیس + فالکل عبارۃ وانت المعنی۔ یا من ھو للقلوب مقناطیس۔ اس رباعی کا مطلب کسی پنجابی اہل دل نے کیا ہی اچہا ادا کیا ہے ؎ دل بہی توئین تے دلبر بہی توئین دیدہ توئین دکہہ تیرا + نین پران حیاتی توئین اک حرف نہین وچہ میرا الخ صٓ ۱۳۰ روداد اجلاس نہم) یہہ عبارت صاف تبلارہی ہے کہ قائل اسکا وحدت وجودی ہے نہ اہل حدیث ایسی کلمات خلاف شرع آپ سے پہلے بہی لوگون نے کہے ہوئے ہین اور اسلام کی صاف شیشہ کو توڑا ہے وما ھی اول قارورۃ کسرت فی الاسلام لیکن اسلام اور بانی اسلام نے ایسے کلمات اور اعتقاد سے چونکہ سخت منع کیا ہوا ہی لہذا اس سے اسلام کو کچہہ نقصان نہین پہونچا۔ الغرض ان تمام باتون کو سوچتے ہوئے اور ایات کلام اللہ پر نظر کرتے ہوئے اور یا ایہا الذین امنو لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ۔ اور ما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ و رسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ اور فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم اور وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھو وغیرہ کو پڑہتے ہوئے فیصلہ کرین کہ مولوی ثناء اللہ کا یہ کہنا کہ مین اہل حدیث ہون کیا درست ہی یا غلط باوجود اس تخالف صریح کے اگر مولوی ثناء اللہ صاحب پہر بہی اہل حدیث کہلانیکے مستحق ہین اور انکو اہل حدیث کہنا درست ہے تو بس اللہ اللہ اور باقی خیر سلا ؎ بس ہو چکی نماز مصلے اٹہایئے۔ بالاخر یہ بات بہی

ظاہر کردیتا ہون کہ اربعین غزنویہ مین پچاسی علماء کی مواہیر جو درج تہین اور سب کی تحریر
سے حد مشترک یہہ نکلتا تہا کہ مولوی ثناء اللہ بباعث ایسی ناشائستہ تحریر کو دائرہ
اہل سنت سی خارج ہے اور اسکی ہر دو تفاسیر اور رسالہ ترک اسلام و آیات متشابہات
قابل اعتبار نہین اور نہ اسکے لائق ہے کہ اونکو عام لوگ دیکہیں اسپر ہمارے مفسر صاحب
برفروختہ ہوئے اور اربعین کا جواب الکلام المبین لکہکر شائع کردیا اسکے شائع ہونیسی
پہلے اونہون نے ہاتہہ پاؤن بہت ہلائے کہ علماء غزنویہ اب میرے ساتہ فیصلہ کرلیوین
اور ایک دو منصفون کا فیصلہ جو کچہہ ہو وہ مجہکو بہی منظور ہے چنانچہ اسی مضمون کا ایک
اشتہار بہی دیدیا اسپر معزز محترم جناب مولانا مولوی عبدالجبار رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ اربعین مین
اور علماء کی مہرین بہی ثبت ہین مین اکیلا تو نہین ہون اگر وہ سب علماء جنکے اقوال
اربعین کے پیچہے چہپے ہوئے ہین منصفانہ فیصلہ کو منظور کرین تو ہم ہی بخوشی منظور کرنیکو
تیار ہین سب سی بذریعہ خطوط یا اور ذرائع سے دریافت کرلو کہ وہ کیا کہتے ہین - اونکے ایک
حواری نے جب مجہسے دریافت کیا تو مین نے کہا کہ سنو میان صاحب اول تو اس سے
غرض انکی یہہ بہی معلوم ہوتی ہے کہ پہلی کارروائی سب ملیامیٹ ہوجائے اور وہ فتوے
جو علماء نے لگایا ہے قابل اعتبار نہ سمجہا جائے اگر کچہہ اور غرض ہوتی تو پہلے علماء کی طرف
رجوع کرتے - اور دویم یہ کہ یہ شرعی فیصلہ ہے نہ انگریزی جو ہمیشہ ردوبدل ہوتا رہتا ہے - مین نے جو
کچہہ مولوی ثناء اللہ صاحب اور انکی تفسیر کے متعلق لکہنا تہا وہ مین اربعین مین لکہہ
چکا ہون اب مجہکو اور منصف کی کیا ضرورت ہے سچی بات تو یہہ ہے کہ جو کچہہ قلم سے نکلا
بس وہ انشاء اللہ قرآن اور حدیث و آثار سلفیہ کے موافق ہوگا سب سے اول ہمنے بہت سمجہایا تہا کہ آپ
تفسیر کی اصلاح کرین ۱۰ ماہ انتظار کیا کہ اب بہی مولوی صاحب اپنی غلطیون کا اشتہار
دیدین لیکن مولوی صاحب نے ایک نہ سنے بلکہ بقول شخصے ملان ان باشد کہ چپ نشود
رقعہ بازی اور اشتہار بازی کرتے رہے اور یہ نہ سمجہا کہ بڑے بڑے اکابرون سی غلطیین

ہوتی رہی ہین اور وضوح حق کو بعد رجوع کرتے رہے ہین ایمہ اربعہ اور دیگر بزرگان دین سے کئی ایسے واقعات منقول ہین اس سے انکی شان مین کچہ نقص واقع نہین ہوا اسی طرح اگر مولوی ثناء اللہ بہی رجوع کر لیتے تو ہر دل عزیز اور سلف صالحین کا ایک نمونہ قرار پاتے لیکن انکو تو یہ منظور نہ ہوا پس مولوی صاحب کی تفسیر اور دیگر رسالجات علانیہ زبان حال سے کہہ رہی ہین کہ مولوی ثناء اللہ اہل سنت سے نہین ہے اس سے زیادہ مین مستقل ایک رسالہ مین انشاء اللہ اونکا اہل سنت سے خارج ہونا بدلائل لکہونگا سو الحمد للہ آج مین نے اوس وعدہ کو پورا کیا اور کل ایک سو سے زیادہ اغلاط اسی رسالہ مین لکہدئے ہین انکو مشت نمونہٗ خروارے کے طور پر سمجہو مین امید کرتا ہون کہ انکے علاوہ اور بہی بہت جگہ اوکی تفسیر اور ترک اسلام غلط ہے چونکہ مفسر صاحب نے اپنی غلطیون کا الکلام المبین مین کہین بہی اقرار نہین کیا بلکہ یہی جواب دیا کہ میری تفسیر صحیح ہے اربعین کے مصنف و مفتیون نے جنمین مفسر صاحب کے اساتذہ ہندوستان و پنجاب بہی شامل ہین میری تفسیر کو نہین سمجہا اور نہ انکو اسقدر لیاقت ہے کہ سمجہین۔ اسلیے عوام مسلمانان خصوصا جماعت اہل حدیث کو خبردار کرتا ہون کہ مفسر ثنائی صاحب بموجب فتوے اربعین نہ اہل حدیث ہے اور نہ اس منصب جلیلہ کا مستحق ہے کہ اوسکو زمرہ اہل حدیث مین شمار کیا جائے۔ الکلام المبین مین لکہا ہے کہ امام بخاری کی بعض اساتذہ شیعہ تہے تبلادیہ کس اہل حدیث کا مذہب ہے۔ اگر امام بخاری ایسا ہوتا تو آج اوسکی کتاب صحیح بخاری کا یہ پایہ نہ ہوتا اور بعد کتاب اللہ کے اوسکا درجہ سب سے اول نہ ہوتا۔ کسی اہل بدعت کا قول کہین لکہا ہوا دیکہا ہے پس اسکی موافق بیان بہی لکہدیا۔ افسوس مقدمہ فتح الباری ہی دیکہہ لیا ہوتا۔ کئی بیچارے ناخواندہ مسلمان انکی کتاب جواب اربعین کو دیکہکر انگشت بدندان ہورہے ہین کہ کئی علماء نے اوسکی موافقت بہی کی ہے اور اسکو اہل سنت سے ہونا لکہا ہے تو جاننا چاہیے کہ کئی تو ایسے حضرات ہین کہ وہ اہل علم

مشاہیر سے نہیں ہین اور کئی علماء نے اول اول اوکی تفسیر طرفاً فاطر فاً دیکھکر اونکی حسن ظنی پر کچھہ توافق ظاہر کیا تہا لیکن جب اونکو اربعین وغیرہ سے معلوم ہوا کہ یہ تفسیر اصول تفسیر اور تفسیر نبوی اور تفسیر صحابہ کے مخالف ہی تو انہون نے رجوع کیا۔ اور ہماری مفسر دیانتدار نے اونکے اقوال مرجوع عنہا کو اپنے فائدہ کے لئے الکلام المبین مین درج کردیا۔ مولوی صاحب نے ایک اشتہار مین اسکا جواب لکہا ہے کہ مجھکو اونہون نے منع نہین کیا تہا۔ کہ ہماری تحریر دربارۂ تصدیق تفسیر شایع مت کرو۔ مین کہتا ہون کہ یہ تو عذر بدتر از گناہ ہے علماء نے آپکو منع بہی کردیا تہا کہ ہماری تحریر اول مت شایع کرنا ہمکو تمہارے تفسیر کی تمام مواضع مین توافق نہین ہے جیسا کہ مولوی شمس الحق صاحب ڈیانوی وغیرہ نے لکہا تہا۔ نیز آپکی دیانتداری اور زہد بہی اس امر کا مقتضی تہا کہ آپ اونکی اقاویل کو الکلام المبین مین درج نہ کرتے کیونکہ اربعین مین جب وہ آپکے موافق نہیں ہین اور پہلی تحریرات کو اونکی دوسری تحریر نے منسوخ کردیا تو صاف معلوم ہوا کہ وہ آپکے موافق نہین ہین پس ایسی علماء کے اقوال کو درج کرنا اور عوام کو شبہہ مین ڈالدینا اہل حدیث کی شان نہین ہے۔ اور بعض حضرات نے یکطرفہ کارروائی کی ہے ہمارے اس رسالہ کو سنکر پہر اگر مفسر صاحب کو اہل حدیث لکہتے تو ہم سمجہتے کہ ہان انصاف کیا اسلئے اونپر تہا مثل قاضی ردی راضی آئی کی مثل صادق آتی ہے اور اربعین مین صرف فتوے کے طور پر لکہا گیا ہے جس مین پوری بات درج نہین ہوئی۔ ہمارے اس مضمون کی زیادہ توضیح مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ایک رقعہ مین خوب کی ہے جو ہمارے نظر سے گذرا اور مجہی کرمی جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نومسلم کے یہان سے مجہکو ملا تہا۔ اور اب وہ طبع ہوکر شایع بہی ہوچکا ہے۔ کئی دوست مجہسے کہتے ہین کہ آپ مولوی ثناء اللہ صاحب سے نہین بولتے حالانکہ وہ کئی دفعہ آپکی دوکان کی آگے سے گذرے ہین بلکہ ایک دو دفعہ اُنہون نے آپسے مصافحہ اور معانقہ کرنا چاہا لیکن آپنے نہین کیا اور نہ انکے سلام کا جواب دیا اسکی کیا وجہ۔ سو اونکو جان لینا

چاہیئے کہ ایسے شخص سے جس کے بابت علماء کرام نے اربعین مین فتوے دیا ہے کہ وہ اہل سنت نہین اور جس کے متعدد تصانیف سے ہم نے بہی ثابت کیا کہ وہ اکثر جگہ اہل بدعت معتزلہ ونیچریہ کا توافق کرتا ہے پس ایسے شخص کی تعظیم اور تکریم شرعًا ممنوع ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ھدم الاسلام یعنی جس شخص نے اہل بدعت کی تعظیم وتوقیر کی پس تحقیق اوسنے اسلام کے گرانے پر اعانت کی امام غزالی لکہتے ہین اما المبتدع الذی یدعوا الی البدعة ویزعم ان مایدعوا الیہ حق فھو سبب لغوایة الخلق فشرہ متعدی فالاستحباب فی اظہار بغضہ ومعاداتہ والانقطاع عنہ وتحقیرہ والتشنیع عنہ ببدعة وتنفیر الناس عنہ اشد وان سلم فی خلوة فلا باس برد جوابہ وان علمت ان الاعراض عنہ والسکوت عن جوابہ یقبح فی نفسہ بدعتہ ویوثر فی زجرہ فترک الجواب اولی لان جواب السلام وان کان واجبا فیسقط بادنی غرض فیہ مصلحة حتی لیسقط بکون الانسان فی الحمام او فی قضاء حاجتہ وغرض الزجر اھم من ھذہ الاغراض وان کان فی ملاء فترک الجواب اولی تنفیر اللناس عنہ وتقبیحا لبدعتہ فی اعینھم وکذالک الاولی کف الاحسان الیہ والاعانة لہ لاسیما فیما یظہر للخلق قال علیہ السلام من انتھر صاحب البدعة ملاء اللہ تعالی قلبہ امنا وایمانا ومن اھان صاحب بدعة امنہ اللہ یوم الفزع الاکبر ومن الان لہ او اکرمہ او لقیہ ببشر فقد استخف بما انزل اللہ تعالی علی محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم یعنے اگر بدعتی کسی مجلس مین سلام کرے تو اوسکو جواب نہ دینا چاہیے کیونکہ گو سلام کا جواب واجب ہے لیکن بعض موقع پر کسی مصلحت سے جواب ساقط ہو جاتا ہے بس غرض جواب نہ دیلنے مین یہ ہے کہ لوگ اوس سے متنفر ہو جائین اور اونکی آنکہون مین بدعت قبیح اور برے دکہائی دے اسی طرح اوسکو مدد دینا اور اس سے

احسان بہی منع ہے (یعنے چندہ اور دعوت اور کتب کی خریداری اور ہبہ وغیرہ) حضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے صاحب بدعت کو زجر اور انکار کیا اللہ تعالیٰ
اوسکے دلکو امن اور ایمان سے پُر کردیگا اور جس نے اہل بدعت کا احترام کیا یا خندہ پیشانی
سے ملا اوسنے خفت کی اوس چیز کی جو حضرتؐ پر اتارا گیا (یعنی قرآن مجید) یہ ہے خلاصہ ا
تحریر مذکور کا۔ پس اے دوستو مین نے بہی مولوی ثناء اللہ صاحب سے اسی لئے مکالمت اور سلام
وغیرہ ترک کردیا ہے ہم تو حدیث پر عمل کرتے اور عزیزون کو اسی کی ترغیب دیتے ہین جس
کسی سے محبت رکہو تو الحب للہ والبغض للہ یعنے اللہ کے واسطے رکہو اور اگر بغض بہی
رکہو تو اللہ کے واسطے رکہو۔ چونکہ سب سے اول مولوی ثناء اللہ صاحب کی جانب سے اسباب بغض
اور قطعیت وصل پیدا ہوئے اور ہم بہت چاہتے رہے کہ مولوی صاحب ان اسباب کا جلد
تدارک کرین تاکہ قطعیت اخوت دینی بڑہنے نہ جائے لیکن مولوی صاحب نے کچھ غور نکیا۔
سے ا ریل وصالہ دیریل ھجری + فاترک ما اریل لما یریل۔ جسکا انجام یہ ہوا کہ
ہمکو مستقل رسالہ اونکی تردید مین لکہنا پڑا۔ الغرض اب مین اپنے رسالہ کو ختم کرتا ہون
اور تمام مسلمانون کو اطلاع دیتا ہون کہ مولوی ثناء اللہ صاحب تاوقتیکہ تفسیر اور
ترک اسلام اور آیات متشابہات کی غلطیون سے رجوع نکرے اور اپنی تفسیر کو مطابق
تفسیر نبوی و اصحابہ کرام نکرے اہل حدیث نہین اور نہ کوئی اوسکو اہل حدیث سمجہے
اللہ تعالے سبکو راہ راست پر لاوے اور قرآن و حدیث پر عمل کرنیکی توفیق دے۔
سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علے المرسلین والحمد للہ رب العالمین

الراقم

حکیم ابو تراب محمد عبد الحق از امرتسر بازار صابونیان

التماس مصنف

برادران دینی کی خدمت مین گذارش ہو کہ جو کچھہ مین نے رسالہ الحق الیقین مین لکھا ہی محض
ہمدردی اور خیر خواہی کے خیال سے لکھا ہو ورنہ مجھکو کیا ضرورت پڑہی اتہی کہ مین اپنے عزیز وقت
کو اول لکھنے مین اور پہر چھپوانے مین صرف کرتا خصوصًا اوس حالت مین کہ جب مجھکو مشاغل
ضروریہ معالجات مرضا اور تعلیم طلبا سے بہی فرصت کم ہو حضرت نے فرمایا کہ اگر تجھسے کسیکو ہدایت ہو جائے
تو سرخ اونٹ سے بہتر ہے۔ اب مین دیکھتا ہون کہ مولوی صاحب میری اس جانکاہی اور
جانفشانیکا جو انکو بچانیکے لیے مین نے کی ہے کیا شکریہ ادا کرتے ہین۔ کیا اس مقولہ پر
عمل پزیرا ہوتے ہین۔ ملان آن باشد کہ چپ نشود یا اس حدیث پر کاربند ہو کر الکلمة
الحکمة ضالة الحکیم فحیث وجدہا فہو احق بہا ایک مختصر سا اشتہار رجوع نامہ
کا دیتے اور تفسیر اردو عربی و ترک اسلام وآیات متشابہات والکلام المبین کا فروخت
کرنا بند کرتے۔ اس رجوع کرنے اور اپنی غلطیون کے اقرار کرنے مین نہ تو مولوی صاحب کا کچھہ بگڑتا ہی
اور نہ انکی کسر شان ہے کیونکہ بڑے بڑے اکابرون سے رجوع ثابت ہی حضرت علی رضی سے ایک
شخص نے سوال کیا اپنے کچھہ جواب دیا اوسنے کہا کہ یا امیر المومنین ایسا نہین آپنے فرمایا اصبت
واخطات وفوق کل ذی علم علیم یعنے تو درست کہتا ہی اور مجھسے خطا ہو گئی۔ ہر ذی علم
پر علم والا ہوتا ہی اسی طرح امیر المومنین حضرت عمر رض سے بہی رجوع ثابت ہی۔ غرض انسان کو سہو لگا
ہوا ہی لیکن اہل حق کا ہمیشہ شیوہ یہی چلا آیا ہی کہ اپنی غلطیون سے رجوع کرتے رہی ہین۔ لہذا
ہمکو امید ہی کہ مولوی ثناء اللہ صاحب بہی رجوع کرینگے پس اگر اونہون نے غلطیونکا اقرار کر لیا
اور رجوع نامہ چھاپ کر مشتہر کر دیا تو ہم ہی اپنے اس رسالہ کے متعلق رجوع کا اشتہار دیدینگے
اور اشاعت بند کر دینگے وان تعودوا نعد اور اگر نہ کیا تو پہر ہم ہین یا مولوی ثناء اللہ صاحب
ے یا تن رسد بجانان یا جان زتن برآید۔ یار زندہ صحبت باقی۔

الملتمس حکیم ابو تراب محمد عبد الحق

اشتہار واجب الاظہار

یون تو ہر شخص اپنی دکان اور اسباب کی تعریف کیا ہی کرتا ہی۔ کس نگوید کہ دوغ من ترش
است۔ لیکن حقیقت مین وہی چیز اچھی ہوسکتی ہے جس کی تعریف مخالف بھی کرے۔
مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ ہماری دوکان طبابت کو جاری ہوئے بفضل خدا
عرصہ یاران سال کا ہوا کہ ہزارہا مریضون کو ہمارے علاج سے شافی مطلق نے صحت بخشی بلکہ
اکثر مریضون کو طاعون سے بھی جو کہ قریب المرگ تھے صحت ہوئی۔ چونکہ شہرت کا ذریعہ اس
زمانہ مین اشتہار ہی ہے۔ چو در بستہ باشد چہ داند کسی + کہ جوہر فروش است یا پیلہ ور
اور پبلک بھی ہماری کارروائی کو دیکھتی ہے لہذا ہم بذریعہ اشتہار ہذا کو پبلک کو مطلع کرتے ہین کہ ہمارے
مطب مین ہر مرض کا علاج ہوتا ہے۔ غریبون اور امیرون کو مساوی حیثیت سے دیکھا
جاتا ہے بلکہ غربا کا زیادہ توجہ سے علاج ہوتا ہے اور اکثرون کو مفت دوا دیجاتی ہے۔
بڑی خوبی کی بات یہہ ہے کہ وقت کی کوئی خصوصیت نہین جب کوئی مریض آئے اسیوقت
اوسکی بات کو توجہ سے سنا جاتا ہے اور بڑی غور سے دوائی دیجاتی ہے علاوہ امراض عامہ کے امراض
مندرجہ ذیل کی دوا اعلی درجہ کی ہمارے یہان موجود ہے جس صاحب کو ضرورت ہو قیمت روانہ
کردے دوا بھیجی جائیگی یا اونکی تحریر پر وی پی ہو سکتی ہے۔ آتشک ۔ سوزاک ۔ نامردی ۔
جلق ۔ ضعف دماغ ۔ ضعف جگر ۔ استسقا ۔ کہانسی ۔ بواسیر ۔ پہوڑا ۔ جذام ۔ خارش
طاعون ۔ اولاد کا نہ ہونا ۔ تپ تلی ۔ مرگی ۔ درد کمر ۔ جریان ۔ ضعف معدہ ۔ آنکہہ کا دکہنا
سنبل ۔ نزول الماء ۔ ضعف بصر ۔ پہولا ۔ خناق ۔ جوڑی تپ ۔ خنازیر ۔ لقوہ ۔ عرق النساء
خدر عشر ۔ تپ دق ۔ تپ لثقہ ۔ ضعف گردہ ضعف مثانہ ۔ پتھری ۔ گردہ و مثانہ ۔ ذیابیطس
اسکے علاوہ اور بیماریون کی دوا بھی مفید مل سکتی ہے۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

امرتسر بازار صابونیان حکیم ابو تراب محمد عبد الحق۔